© rasailojaraid.com

اسلامی احکام نکاح وطلاق پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب و مصادمہ

اور

احکام اسلام و مذاہب معترضین کا موازنہ

(لائق توجہ اہل مذاہب و گورنمنٹ)

جو لوگ احکام و مسائل اسلام سے پورے واقف نہیں. و مع ہذا اوسکے ہمہ دانی کے مدعی ہین وہ بعض مسائل نکاح وطلاق کے سبب اسلام پر سخت معترض ہین* - اور اپنے مسائل مذہب کو مسائل اسلام پر ترجیح دیتے ہین -

نکاح کی نسبت ان کے دو سخت اعتراض ہین **ایک** یہہ کہ اسلام مین تعدد ازدواج کا ایک ایسا حکم ہے جس سے انسان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور اخلاقی حالت تباہ ہوتی ہے مرد و عورت مین مساوات کا معتدل قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے مرد کو اسکے قدرتی حق مساوات سے زیادہ حق دیا جاتا ہے -

دوسرا یہ کہ اسلام مین عورت کو ایک جائداد منقولہ کی مانند سمجھا جاتا ہے اور مرد کو اس کا مالک و آقا - وہ تمام عمر کے لیے خواہ کیسے ہی حالات و مقتضات علیحدگی پیش آئین مرد کی قید مین رکھی جاتی ہے کسی حالت مین وہ اس سے علیحدہ ہونے اور اسکے نکاح سے آزاد ہونے کی مجاز و مستحق نہین سمجھی جاتی جس مین اس کی قدرتی آزادی فنا ہوتی ہے اور اسکی خداداد قوتوں و صفات کی بیکاری عمل مین آتی ہے

* آج کل کے معترض سر ولیم میور صاحب کے مقلد ہین جنہون نے بھی اس کتاب مین جس مین حالات زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کی ہے لکھا ہے "کثرت ازدواج طلاق اور غلامی سے جو مذہب اسلام کے مسائل مین ہیں پبلک کے اخلاق کو نقصان پہنچتا ہے - پبلک کی زندگی کو زہر ملتا ہے - و سائیٹی مین پراگندگی ہوتی ہے - مذہبی انصاف کی آزادی کچلی جاتی ہے اور فنا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طلاق پر مخالفون کا یہ اعتراض ہے کہ اوسکی عام اجازت اخلاق وانسانی ہمدردی کے مخالف ہو عورت کے سلسلہ انتظام کی ناقص ہو ملک مین تفرقہ اندازی کا موجب ہو اس کے اختیار و استحقاق کو مرد سے مخصوص کرنا عورت کا اس استحقاق سے محروم رکھنا انصاف کا خون کرنا ہے - اور نیچرل قاعدہ مساوات کو توڑنا۔

ہم ان اعتراضات کی کچھ **پروا نکرتے** اور نہ ان کے جوابات کے درپے ہوتے اگر یہ اعتراضات ہمارے نوجوان اسلامی اخوان انگریزی خوانون پر ساحرانہ تاثیر نکر جاتے اور وہ اُنکی تاثیر سے متردد و متوحش ہوکر اصل اسلام مین مذبذب نہو جاتے مگر جب ہم بعض اخوان انگریزی خوانون پر اس تاثیر کا مشاہدہ کر رہے ہین اور اس تاثیر کے سبب سے اُن کو چاہ ضلالت مین گرتے ہوئے دیکھہ رہے ہین تو ہمارا ان اعتراضات سے اغماض کرنا - اور ان کے جوابات سے ساکت رہنا بہ شہادت

بیت اگر بینم کہ نابینا و چاہ است اگر خاموش بنشینم گناہ است

سخت گناہ ہے - اور ان اعتراضات کی مدافعت اور ان اخوان اسلام کی معاونت بحکم الدین النصیحۃ ہماری اسلامی فرض ہے - اور یہہ فرض اس سے ہزار وجہ بہتر ہے کہ ہم کسی باہمی اختلافی فروعی مسئلہ (رفع الیدین و آمین بالجہر یا ترک تقلید) مین خامہ فرسائی کرین - اور اپنے کسی اسلامی بھائی کو [illegible] ڈالین۔

ایک تازہ محرک اور قوی سبب ان اعتراضات کی مدافعت کا یہہ بھی ہوا ہے کہ آج کل سلطنت جس کے ماتحت مین اہل اسلام ہندوستان کی عنان حکومت ہے بعض اعتراضات کی طرف متوجہ ہو رہی ہے اور اسکا یہ خیال ہو کہ موجودہ قوانین ازدواج و طلاق معمولہ اہل ہند مین (مسلمان ہون خواہ ہنود یا غیر) عورت کو ایک جائداد منقولہ سمجھا جاتا ہے اور یہ امر اخلاق اور انصاف سے بعید ہے لہذا عورت کو اس حالت سے رہائی و ترقی دینا مناسب ہے اور جو عورت اپنے خاوند کے گھر مین آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہونا چاہیے اسکو بذریعہ قید اس آبادی پر مجبور کرنا مناسب نہیں ہے (چنانچہ چٹھیات گورنمنٹ بمبئی و گورنمنٹ ہند اس خیال کا مظہر حاشیہ مین منقول ہین) گورنمنٹ کی اس خیال کی طرف

نقل چٹھی گورنمنٹ بمبئی نمبر ۱۹۰۳ مورخہ ۳ مارچ ۱۸۸۷ء

منجانب

جے نوان بہادر قائم مقام انڈر سیکرٹری گورنمنٹ بمبئی صیغہ دیوانی

بنام

سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا صیغہ لجسلیٹو

جناب من

حسب الحکم درخواست کیجاتی ہے کہ آپ مقدمہ داداجی بھیکاجی بنام رکما بائی کی جانب جناب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل کی توجہ کرائینگے جو انڈین لاء رپورٹ سلسلہ بمبئی جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۱ و جلد ۹ صفحہ ۵۲۹ مین مطبوع ہوا ہے اس مقدمہ پر مسند شوہر نے واسطے اعادہ آغاز حقوق زناشوی دعوے کیا تھا۔ زوجہ کی شادی بچپن ہی بلا رضامندی اسکے ہوئی۔ اور فریقین کبھی باہم صحبت نہ ہوئے

۔ نتیجہ وہی مقدمہ کا عدالت اپیل سے یہ ہوا کہ عدالت ابتدائی نے ڈگری صادر کی کہ رکما بائی اپنے شوہر کے گھر ایک مہینہ مین چلی جائے در صورت عدم تعمیل ڈگری (اور یہ معلوم ہے کہ رکما بائی کا ارادہ مصمم تعمیل نہ کرنے کا ہے) یہ ڈگری بذریعہ قید کے حسب دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی کے جاری ہوسکتی ہے۔

۳۔ اس مقدمہ پر بحث ہوئی ہے اور ایک فرقہ قوم کا ترمیم قانون کا طالب ہے ورغالبا اسکی تائید انگلینڈ مین بھی ہو۔

۴۔ درحقیقت نسبت نامناسب ہونے اس امر کے کہ ہماری عدالتین ان شادیوں کی تعمیل جبریہ کرانے کی ڈگری صادر کرین جو بحالت بچپن منعقد ہوئی ہین بابت کچھ کہنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری توجہ ہوگئی ہے اور اسلئے موجودہ قوانین نکاح وطلاق اہل اسلام کو مخالف

جا سکتا ہے مگر جناب گورنر بہادر باجلاس کونسل فی الحال اس وسیع میدان بحث مین داخل ہونا نہین چاہتے انکی یہ رائے ہے کہ کچھ ترمیم ضروری ہے مگر کارروائی اختیار کردہ قانون انگلینڈ کی پیروی کرنا کافی خیال کرتے ہین۔ اور دعوی اعادہ حقوق زناشوئی کو بحال رکھکر اس فریق کی ذات کو جس کے مقابلہ مین ڈگری صادر ہو مد خاندتیہ سے بری کردیا جائے۔ انگلینڈ مین یہ ترمیم بموجب ۴۷ و ۴۸ وکٹوریہ باب ۶۰ کے ہوئی ہے۔ اور مجھکو اس امر کے لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ جناب گورنر باجلاس کونسل کی رائے مین دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی اور دفعہ ۳۰۔ ایکٹ ۱۵ سنہ ۱۸۶۵ع کی اسی حد تک ترمیم کی جائے۔

۶۔ اس امر کے لکھنے کی بھی ہدایت ہوئی ہے کہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۵۹ پر بھی اسیوقت توجہ کی جائے اگر ہماری یہ خواہش ہے کہ حیثیت عورات اس ملک کی بڑہائی جائے اور انکی قدر زیادہ کی جائے تو ازدواج کی نسبت یہ کہنا کہ "وہ از قسم جائداد منقولہ ہین" بہ نسبت عقل مشکل سے معلوم ہوگا۔

نقل چٹھی گورنمنٹ ہند نمبری ۹۹۱/۱۴ مورخہ ۱۷ جون سنہ ۱۸۸۷ع

گورنمنٹ ہند نے چٹھی معنونہ تمام لوکل گورنمنٹون کے نام جاری کی ہے

گورنمنٹ بمبئی نے تجویز پیش کی ہے کہ دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۸۸۲ع کو جسکا تعلق اسکی عملدرآمد حقوق ازدواج کا اجراء ڈگری سے ہے ترمیم کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ تجویز بمقدمہ دادا جی بیکھاجی مدعی بنام رکما بائی جو عدالت ہائی کورٹ بمبئی نے فیصلہ کیا ہے پیش کی گئی ہے۔ اور بابت ترمیم کے یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اگر طریقہ مروجہ قانون انگلینڈ کی

© rasailojaraid.com

عقل و انصاف و برخلاف اصول اخلاق سمجھکر اس میں مداخلت کی (جیسا کہ اسلامی

پیروی کیجاوے تو اغلبا کافی ہوگا۔ اور گرچہ نالش حقوق زناشوئی قائم رکھی جاوے تاہم جس شخص پر ڈگری صادر ہو وہ قید ہونے سے بری رکھا جاوے۔

دفعہ ۲۔ قانون ہند کے رو سے دو قسم کے مقدمات ہو سکتے ہیں جن کے ذریعہ سے شوہر اپنی زوجہ کی رفاقت حاصل کر سکتا ہے۔

الف۔ بابت واپسی بنو صحبت (ایکٹ نمبر ۱۵ سنہ ۱۸۵۶ء ضمیمہ ۲ اد ۱۳۴)

ب۔ بابت حقوق زناشوئی (ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۷ء ضمیمہ ۲ م ۳۵)

ایسے مقدمات کی اجرائے ڈگری کا ضابطہ دفعات ۲۵۹ و ۲۶۰ ضابطہ دیوانی میں علی الترتیب درج ہے۔ درباب مقدمات نمبر اول جو کہ واسطے دلانے بازدی عورت نسبت اس شخص کے ہوتا ہے جس نے عورت کو روک رکھا ہے ہمارا کچھ تعلق نہیں۔ لیکن اگر دوسری قسم کے مقدمات کی نسبت قانون کا بنانا قرین صحت ہے تو ان دو قسم کے مقدمات میں صاف طور پر تمیز قائم کرنے سے زیادہ انتہا نامناسب ہے۔ درباب مقدمات قسم دوم واضح ہو کہ جو قانون رشتہ شوہر و زوجہ کا تسلیم کرتا ہے وہ اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ شوہر کا فرض زوجہ کے ساتھ اور زوجہ کا فرض شوہر کے ساتھ گذران کرنے کا ہے۔ اس واسطے مقدمات حقوق زناشوئی مفید قسم کے مقدمات میں۔ بشرطیکہ ایسے مقدمات کی صادر شدہ ڈگری کی تعمیل کے واسطے ایسے وسائل اختیار نہ کیے جاویں جو اخلاق یا معاشرت کے برخلاف ہوں۔ بموجب دھرم شاستر کے یہ امر منجملہ شرائط شادی کے ایک ہے کہ مرد و عورت آپس میں رفیق ہوں۔ اور ہادیان قوم نے قرار دیا ہے کہ اگر کوئی فریق دوسرے کو ترک دیوے یا اس کی پرواہ نہ کرے تو ہر دو جہان میں مستوجب سزا ہوگا (دیکھو شرح یات جگندر ناتھ منی صفحہ ۹۶) پس اگر کوئی فریق شادی اس فرض سے انکار کرے تو انصاف یہ ہے کہ عدالت قرار دے کہ وہ فرض

© rasailojaraid.com

نمبر ۵ جلد ۱۰

سیاسی و معاشرتی حقوق اور ہندو مستورات کا مطالبہ

اس کے علاوہ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہندو قانون میں ترمیم کی جاوے کہ عورتیں بھی مستحق ہو جائیں میں اس

بات سے واقف ہیں کہ جب وہ لڑکی [illegible] ان کو شادی کے لئے ایک

ان کا اظہار بابت تعمیل حقوق زناشوئی پیش ہوا تو ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہے

[illegible] طلب [illegible] اس [illegible] کیا [illegible]

کرنا چاہیے۔

دفعہ ۱۵ - ہندوؤں کے ہندو کا ساتھ چھوڑ دیا گیا ہے جس کے ذریعہ نسبت کا تعلق

قانون کے ماتحت میں دیا جاتا تھا مگر ہے کہ رواج ہندوؤں کے مطابق

[illegible] ہندو [illegible] قرار دیا گیا تھا کہ عورت کا انکا

[illegible] اور دولت بابت [illegible] ان کے [illegible] شوہر [illegible] مطالبہ

ہوا [illegible] کے ذیل میں آتا ہے - اور حکم کی تعمیل [illegible] یا قرق

[illegible] ہو سکتی ہے [illegible] کی اصل [illegible] ہے کہ [illegible]

[illegible] اور اس [illegible] ضابطہ

[illegible] ہو جانے کے قانون کی [illegible] ضابطہ [illegible]

عالی جناب [illegible] گورنمنٹ ہند کو [illegible] بتلایا گیا ہے کہ [illegible] محولہ بالا

[illegible] طریقے کے بموجب [illegible] شدہ عورت کو قید کیا جاتا ہے نا انصاف

کے خیالات کے برخلاف ہے اور بتایا گیا ہے کہ بہترین علاج حسب تجویز

گورنمنٹ [illegible] کی ہے کہ قانون انگلینڈ کی پیروی کی جاوے۔ خصوصاً اس وجہ

سے کہ اسی طرح سے قانون ہند اس معاملہ میں دیگر اقوام و مذہب کی معمولی

کارروائی کے مطابق ہو جاوے گا۔ بموجب قانون انگلستان ۱۸۸۴ء [illegible]

بابت ۱۸۸۴ حسب ذیل حکم ہے۔

اول: ڈگری [illegible] حقوق زناشوئی ذات پر جاری نہ کی جاوے۔ دفعہ ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے مداخلت کی گئی ہے) اگر وہ مداخلت مذہب میں جائیگی اور مسلمانوں کو مجلّہ الناس

دوم - جبکہ درخواست جانب عورت کی ہو تو عدالت حکم دے سکتی ہے کہ بصورت عدم تعمیل اجرائے ڈگری کے رسپانڈنٹ روپیہ واسطے نان ونفقہ کے ادا کرے (دفعہ ۲)

سوم - جب درخواست جانب خاوند کے ہو تو عدالت حکم دے سکتی ہے کہ زوجہ کی جائداد سے واسطے نان و نفقہ سائل و اطفال نکاح خرچ کیا جاوے (دفعہ ۳)

چہارم - عدالت کسی حکم ادائے روپیہ کو جیسا مناسب سمجھے تبدیل کر سکتی ہے - (دفعہ ۴)

پنجم - ڈگری کی عدم تعمیل بغیر کافی عذر کے مقدمہ ہوگی - اور سائل واسطے جوڈیشل علیحدگی یعنی طلاق کے بغرض دائر ہو سکے گی - اگر شوہر مجرم زنا کا ہو تو جائز ہے کہ عورت درخواست فسخ نکاح کی کرے - (دفعہ ۵)

ششم - عدالت واسطے حفاظت و پرورش و تعلیم اطفال کے حکم دے سکتی ہے (دفعہ ۶)

دفعہ ۴ - چونکہ مسلمانوں میں آسانی سے طلاق ہو سکتا ہے - اور چونکہ ہندوؤں کی بہت قوموں میں بھی اسکا رواج ہے - اگرچہ اونچی ذات کے ہندو مذہب شاستر کے ممنوع ہے اس لیے بلحاظ امر مذکورہ صدر یہ بات پیش کی گئی ہے کہ عدم تعمیل ڈگری واسطے منسوخی شادی ایک وجہ سمجھی جائے - بشرطیکہ

الف - زوجہ مطلقہ کو معاوضہ دیا جائے -

ب - واسطے پرورش اطفال نکاح کے دہی اور معقول انتظام کیا جائے

دفعہ ۵ - اخیر میں یہ بھی تجویز پیش کی گئی ہے کہ اگر حسب طریقہ بالا کے کارروائی کیجائے تو قانون اور عملدرآمد کو مطابق کرنے کی غرض سے شرو

© rasailojaraid.com

سے ملے ہیں ان کو بہم اور اسکی تعمیل واجب و لازم ہوگی اور جن میں جسقدر مذہب اسلام کی منفعت و مضرت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اس نظر سے بھی بلا ادنیٰ ہر ایک مسلمان کا دین و ایمان اور دیانت ہے یا اسلام موجود ہو۔ ایمانی و اسلامی فرض ہے کہ ان معترضات کے جواب سے تعرض کریں اور اس میں یہ ثابت کر دکھاویں کہ موجودہ قوانین نکاح و طلاق اہل اسلام عقل و اخلاق اور انصاف کے مخالف نہیں و لہذا انگریزی گورنمنٹ کو جو ایک منصف و مہذب و غیر متعصب گورنمنٹ ہے ان مسائل میں مداخلت کرنا بلحاظ اپنی خوش انتظامی کے ناواجب ہے اور یہ مسائل ان اسلامی یا غیر اسلامی مسائل کے مانند نہیں ہیں جنکو گورنمنٹ نے خلاف عقل انصاف و اخلاق سمجھکر ان میں مداخلت کی ہے۔

اس ضرورت کو ہمارے اخوان کیا حنفی کیا اہلحدیث کیا عملی (حنفیہ) بنظر انصاف سوچیں تو وہ بھی اس قسم کے مسائل میں بحث کرنا اپنا اعلیٰ منصب اور اصل فرض سمجھیں۔ اور باہمی جھگڑوں اور مسائل فروعی میں خانہ جنگیوں کو بالکل تخت بالائے طاق رکھدیں۔ یہ ہمت و جرأت اپنے آپ میں پیدا کریں

چونکہ اکثر عمومی تعزیری دفعہ ۶ سے ۳۰ ایکٹ طلاق پارسیان نمبر ۱۵ سنہ ۱۸۶۵ء کو منسوخ کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۶۔ ان تجاویز پر آخری فیصلہ کرنے کے پیشتر نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل مناسب سمجھتے ہیں کہ اسکی بابت لوکل گورنمنٹوں کی رائے لیجاوے۔ اس لئے ہم التجا کرتے ہیں کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بعد تحقیقات و صلاح نیز ان اشخاص کی مختلف جماعتوں سے جو ایسے معاملات میں گورنمنٹ کو صلاح دینے کے لائق ہوں گورنمنٹ ہند کو بابت سوالات مندرجہ صدر جسقدر جلد ممکن ہوسکے اپنی رائے دیویں۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں انکی تائید و تقریظ میں رطب اللسان ہیں اور انکی طعن و تشنیع کرنے سے اپنے قلم و زبان کو روک رکھتے ہیں۔

وہ **حضرات** اس ضرورت کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم انکو بھی بمصداق مقولہ مشہور نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے انہی مخالفین و معترضین کی قطار میں شمار کرتے ہیں۔ اور ان اعتراضات کے جواب کے درپے ہوتے ہیں۔

سب پہلے ہم عقل اور قانون قدرت کے اصول سے تعدد ازدواج اور طلاق اور حقوق زوجیت کی ضرورت کا اثبات کرتے ہیں۔ (جو اعتراضات مخالفین کا ایک اجمالی جواب ہے) **اسکے** بعد نکاح و طلاق و حقوق زوجیت کے متعلق احکام اسلام کو کتاب و سنت سے بیان ہوگا۔ اور ان احکام کا عقل اور قانون قدرت سے مطابق ہونا ثابت کیا جائے گا **اسکے** بعد اعتراضات مخالفین کا تفصیلی جواب ادا ہوگا **اسکے** بعد احکام مذہب معترضین (یہود و نصاریٰ) کو بیان کرکے ان احکام اور احکام اسلام میں موازنہ کیا جائیگا۔

اخیر میں مہربان گورنمنٹ کے حضور میں مودبانہ گذارش ہوگی کہ وہ اس مضمون کو انصاف و توجہ سے ملاحظہ فرما کر مسلمانوں کی موجودہ* مسائل نکاح و طلاق کو دست اندازی سے بری رکھے۔

* ان مسائل و احکام کے ملاحظہ سے گورنمنٹ کو یقین ہوگا کہ مسائل نکاح و طلاق میں اسلام نے پہلے ہی عقل و انصاف اور اخلاق کی رعایت کر رکھی ہے۔ نہ مرد کو عورت پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اسکو ناواجب جبر کرکے گھر میں بسا دے۔ اور نہ عورت کو مرد پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اس سے ناواجب آزادی اختیار کرے یا جبراً طلاق لے لے۔ مرد کو انہی حالات میں جبراً عورت کو گھر بسانے کا حق دیا ہے جن حالات میں عقل و انصاف اور اخلاق اسکو جبر کرنے کی اجازت دیتے ہیں ایسے ہی حالات میں عورت کو مرد سے آزاد ہو جانے اور جبراً طلاق لینے کا حق دیا ہے لہذا گورنمنٹ کو مناسب نہیں کہ وہ ان مسائل اسلام میں مداخلت کرے اور عورتوں کو بہرحال آزادی دے انکی واجب الجبر حالات میں بھی انکو اپنے خاوندوں کے گھر میں آباد ہونے پر قانون کے ذریعہ سے مجبور نہ کرے۔ بلکہ زبردستی طلاق لینے کا حق عطا کردے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عقل اور قانون قدرت سے ضرورت عقد نکاح اور طلاق

اور حقوق ازواج کا اثبات

نکاح کی بنا دو قدرتی و عقلی ضرورتوں پر ہے جو انسان کے انسان اور مدنی بالطبع ہونے کے مقتضیات ہیں۔ ایک ضرورت حفظ شخص یا اپنے آپ کو بچانا۔ دوسری ضرورت حفظ نوع یا انسانی نسل بڑھانا۔ شخص سے مراد ہر ایک شخص کی اپنی ذات یا وجود ہے اور وہ جسم اور روح دو چیزوں کا مجموعہ ہے جسم کی حفاظت کے لیے نکاح کے ضروری ہونے پر یہ دلیل ہے کہ انسان میں جب وہ حد بلوغ کو پہنچتا ہے ایک ایسا فضلہ رنگین لطیف و شریف (جس کو منی یا نطفہ کہا جاتا ہے) پیدا ہوتا ہے کہ جب تک وہ اس کو تقاضا طبع کے وقت بدن سے خارج نہ کرے اس کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ اپنی جسمانی و روحانی قوتوں سے پورا کام نہیں لے سکتا۔

نکاح (جس سے ہر مذہب و ملت میں رسمی ہو یا خود تجویزی) عورت کے ساتھ ایک خصوصیت اور مزاحمت غیر سے اسکی حفاظت پیدا ہوتی ہے) اس دفع فضلہ کا ایک سہل الحصول سبب ہے۔ اور اس نکاح کے بغیر ہر وقت اور ہر حالت ضرورت میں اس کام کا پورا ہونا خوف قتال یا جدال کا محل ہے چنانچہ عام نر حیوانوں میں اور خاص کر ان انسانوں میں جو اسکام میں حیوانات کے اصول طبعی پر چلتے ہیں ہم اس امر کا ہر روز مشاہدہ کر رہے ہیں۔

* ان دو ضرورتوں کے علاوہ جو نکاح کی تمدنی ضروریات میں وہ ان ہی دو کی فروعات ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حفاظت نوع کے لیے نکاح کا ضروری ہونا بہت ظاہر ہے۔ جو لوگ حیوانی ضرورت (رفع فضلہ) نکاح کے ذریعہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اس میں حیوانات کے اصول ہی پر چلتے ہیں ان کے روحانی صفات (اخلاق) معدوم ہو جاتے ہیں۔ بے غیرتی بے حیائی۔ اور بے مروتی میں وہ حیوانات کے برابر۔ اور اپنے جوڑے اور نسل پر شفقت نہ کرنے کی نظر سے وہ حیوانات سے بدتر* ہو جاتے ہیں۔

حفظ نوع کے لیے نکاح کی ضرورت پر یہ دلیل ہے کہ اگر نوع انسان کو انسان بنا کر بڑھانا چاہیں تو اس کے لیے صرف نکاح ہی ایک ایسا سبب ہے جس سے نسل کے ساتھ ایک نسبی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی نسبی تعلق ایک ایسا سبب ہے جس سے اولاد کی شائستگی سے تربیت اور انکی اخلاق کی تہذیب ہو سکتی ہے۔ جو انسانیت کے لیے لازم اور انسان و حیوان میں مابہ الفرق ہے۔

نطفہ بے تحقیق کا کوئی دلسوز مربی نہیں ہوتا اور نہ اسکی شائستگی اور اخلاق کی تہذیب کا ذریعہ جس سے وہ انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے کوئی ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

نکاح کا ان دونوں ضرورتوں (حفظ شخص اور حفظ نوع) کا مبنی ہونا مسلم بالاتفاق تسلیم ہوگا تو اس سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس نکاح سے یہ دونوں غرضیں یا ان میں سے کوئی ایک حاصل نہ ہو وہ کان لم یکن ہے (یعنے ایسا ہے جیسا ہوا ہی نہیں) لہذا ایسے نکاح کو فسخ کرنا (منکوحہ عورت کو طلاق دیدینا) یا اگر کسی مصلحت سے بدی

* حیوانات میں بعض نر اور تمام مادے اپنے بچوں پر ان کے وقت تربیت تک انس و شفقت سے پیش آتے ہیں حتے کہ درندے وحوش اس انس سے خالی نہیں مگر بدکار انسان صورت حیوان سیرت ایسی اس نسل سے جو بازاری عورتوں کے پیٹ یا گھر میں چھوڑ جاتے ہیں کچھ انس و محبت نہیں رکھتے اسلیے وہ حیوانات سے بدتر ہیں۔

© rasailojaraid.com

انسان یا بہائم کی طرح فسخ نہ کیا جائے۔ ایسے نکاح کی حالت قیام و موجودگی میں دوسرا نکاح نہ کیا جاوے یہ دو غرضیں ہیں ان میں سے ایک بھی فوت ہو تو صریحاً بحکم عقل و قانون قدرت کے شہادت اور انسانیت و اخلاق کے اقتضا و ثبوت سے مذموم و لازم ہے۔

اس سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان دونوں غرضوں کا پورا کرنا دو چیزوں میں سے اس شخص کا حقیقی و انسانی و عقلی فرض ہے جس کی قدرت و اختیار میں انکا پورا کرنا ہو۔ اس اصل فرض کے پورا کرنے میں وہ بحکم عقل و قانون قدرت و اخلاق مجبور ہے۔

اس تقریر کو معترضین عقل و انصاف سے پڑھیں گے تو امید ہے کہ وہ اپنے بیہودہ اعتراض واپس لے لینگے۔ یا انہیں ہم اسپر اکتفا نہیں کرتے اور باقی مدارج بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

احکام اسلام نکاح اور طلاق کے متعلق اور قانون قدرت و عقل سے انکا تعلق

پہلا حکم

نکاح کرنا اس شخص کے لیے جائز یا ضروری ہے* جو جسمی طاقت اور مالی وسعت رکھتا ہو پھر جو جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو اسکو نکاح کرنا جائز ہی نہیں اور جو مالی طاقت نہ رکھتا ہو اسکو وسعت کا انتظار بہتر ہے۔ اور بلا وسعت نکاح کر لینے میں معصیت کا اندیشہ ہے حقتعالے نے فرمایا ہے جو لوگ نکاح (یعنے اسکے اسباب سامان نفقہ وغیرہ) نہیں پاتے وہ گناہ سے بچیں یہانتک کہ خدا تعالے انکو مالدار کر دے یعنے جب تک وہ نکاح کر سکیں۔

> ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحاً حتی یغنیہم اللہ من فضلہ (النور ع ۱۰)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں آیا ہے)

* بعض عالموں [illegible] نکاح واجب ہو جاتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (بخاری و مسلم)

اے جوانوں کے گروہ جو تم میں طاقت مالی اور جسمانی رکھے وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھ کو نظر بد سے بچاتا ہے اور شرمگاہ کو فعل حرام سے بچاتا ہے اور جسکو طاقت مالی نہ ہو وہ روزہ رکھے کہ وہ اسکو خصی کر دے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لفظ باءۃ سے مراد میں علماء کے دو قول ہیں

اختلف العلماء فی المراد بالباءۃ علی قولین یرجعان الی معنی واحد اصحہما ان المراد معناہا اللغوی وہو الجماع فتقدیرہ من استطاع منکم الجماع لقدرتہ علی مؤنہ وہی مؤن النکاح فلیتزوج (نووی)

ایک یہ کہ مباشرت مراد ہے یعنی اس کی طاقت ہو دوسرے یہ مراد ہے کہ وہ اسباب یعنی سامان اسباب نکاح کے رکھتا ہو جس سے مباشرت ادا ہو سکے

دوسرا مقصد اعظم

نکاح سے دو غرض مقصود ہیں جن پر نظر رکھنا ضروری ہے جن سے انسانی نسل یعنی بنی آدم کی طبعی تقاضے سے مخلوق ہو سکتا ہے ۔ ایک تسکین و عفت نفس دوسرے اولاد صالح کی طلب ۔

حق جل وعلا نے فرمایا ہے خدا کی شان و قدرت سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے کہ اس سے تمکو تسکین ہو اور تم میں محبت و رحمت رکھ دی ۔

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم ع ۳)

اور فرمایا تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی کی طرف آؤ جس کیفیت سے چاہو (یعنی [illegible])

نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم

نوٹ تسکین [illegible] الفاظ [illegible] کو ہوتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقدموا لانفسکم (بقرہ ع ۲۸)
قیل وقدموا لانفسکم یعنی طلب الولد
(معالم التنزیل ص ۹۹)

اور اپنے لیے پہلے نیت اچھی کرو مثلاً بیہ کہ اولاد ہو اور عفت کا ثواب ملے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ کو (جب غزوہ ذات الرقاع سے واپس ہوئے - اور نئی شادی کے سبب گھر کو جلد روانہ ہوئے -) فرمایا اے

قال رسول اللہ صلعم یا جابر الکیس الکیس یعنی الولد (بخاری ص ۶۹۹ و ص ۳۷۵ وغیرہ)

جابر عقلمندی اختیار کرنا - (یعنے اس فعل سے طلب اولاد کی نیت رکھنا)

اور آپنے فرمایا چنانچہ صحیح مسلم میں آیا ہے تم کو اپنی (عورتوں سے)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی بضع احدکم صدقۃ - قالوا یا رسول اللہ ایاتی احدنا شہوتہ ویکون لہ فیہا اجر قال ارأیتم لو وضعہا فی حرام اکان علیہ فیہا وزر فکذلک اذا وضعہا فی الحلال کان لہ اجر -
(صحیح مسلم ص ۳۲۵)

مباشرت میں بھی صدقہ کا اجر ہے - کسی نے پوچھا کہ اپنی شہوت رانی کرتے ہیں تو اس میں بھی ہم کو اجر ملتا ہے - آپنے فرمایا یہ شہوت رانی حرام محل میں ہو تو کیا اس میں گناہ نہیں ہوتا؟ ایسا ہی اسکو ثواب ہوتا ہے اگر حلال محل میں شہوت پوری کرے -

اور آپنے فرمایا چنانچہ سنن ابوداؤد میں آیا ہے (نکاح ایسی عورت سے کرو جو محبت والی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (ابوداؤد ص ۲۷۹ ج ۱)

اور جننے والی ہو میں تمہاری کثرت نسل کے سبب اور امتوں پر فخر کرنے والا ہوں یعنے قیامت کے دن فخر کرونگا -)

یہ دو غرضیں (جو مسئلہ دوم میں بیان ہوئی ہیں) وہی دو ضرورتیں ہیں جن پر نکاح کا مبنی ہونا بحکم عقل و قانون قدرت ثابت کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے خصوصاً

ابا علی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معترضین کو یقین ہو سکتا کہ شرع کا یہ حکم مقتضاے عقل یا قانون قدرت کے عین مطابق ہے - ایسی ہی شرط استطاعت (جس کا بیان مسئلہ اول مین ہوا ہے) عقل و قانون قدرت کے مطابق ہے -

اس شرط اور ان دونون غرضون کو پیش نظر رکھکر بانی اسلام نے یہ حکم دیا ہے جو ذیل مین بیان ہوتا ہے -

تیسرا حکم

جن لوگون کی پہلی یا دوسری یا دونو غرضین ایک نکاح سے حاصل نہ ہون (مثلا اسوجہ سے کہ ان کی جسمانی طاقت اسقدر ہے کہ اس طاقت کو صرف کرنے کے لیے ایک عورت کفتی نہین یا ایک عورت سے انکی اولاد نہین ہوتی - یا حسب مراد نہین ہوتی - اولاد کم ہے - اور وہ خدا داد جسمانی و مالی وسعت کے اقتضا سے زیادہ چاہتے ہین - یا اولاد بدچلن ہے اور وہ عورت جس سے اولاد ہوئی ہے بیکار ہو چکی ہے یا اولاد نرینہ نہین ہوتی ہے) اور ان مین مالی و جسمانی طاقت اس قدر ہو کہ وہ ایک سے زاید عورتون کی واجبی طور سے خبر گیری کر سکین - اور ان کا نفس ایسا مطمئن ہو کہ وہ اس کے ذریعے سے متعدد ازواج کے واجبی حقوق مین عدل و مساوات کر سکین - انکو جائز یا بعض حالتون مین ضروری ہے کہ وہ ایک سے زاید دو یا تین یا نہایت چار عورتون سے اپنی ضرورت اور طاقت اور امید استقامت کے موافق نکاح کر لین -

حقتعالے نے فرمایا ہے کہ اگر تم ڈرتے ہو کہ تم یتیم عورتون سے (یعنے جو تمہارے

وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمی
فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی
وثلث وربع وان خفتم ان لا تعدلوا

نکاح مین ہین) انصاف نہین کر سکتے
تو تم (انکی جگہہ) اور عورتین جو تمہین
خوش لگین دو دو یا تین تین یا نہایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فواحدة (سورۂ نساء ع۱)

چار چار نکاح مین لاؤ- ان مین تمہی کو یہ خوف ہو کہ تم انصاف نہ کر سکوگے تو ایک ہی رہنے دو۔

عرب کے لوگ یتیم عورتون کو جو انکی تولیت مین ہوتین صرف اُن کے

اے ان خفتم ان لا تعدلوا فی الیتمی النساء اذا تزوجتم بعضهن فتعدلوا ما طاب لکم من غیرهن ذلک الرجل یجد یتیمة ذات مال وجمال ویتزوجها ضناً بها فربما اجتمع عنده منهن عدد ولا یقدر علی القیام بحقوقهن (بیضاوی)

خوب صورت و مالدار ہونے کے طمع سے (نہ ان اغراض و ضرورتون کی نظر سے جو تعدد نکاح کو جائز کرتی ہین) نکاح کر لیتے اور اس طور سے ان کے پاس کئی عورتین جمع ہو جاتین جن کے حقوق زوجیت وہ ادا نہ کر سکتے تب یہ آیت نازل ہوئی

صحیح بخاری مین حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ یہ قول خداوندی اس شخص

عن عائشة ان رجلا کانت له یتیمة فنکحها وکان لها عذق وکان یمسکها علیه ولم یکن لها من نفسه شیء فنزلت فیه ان خفتم الخ۔

(بخاری ص ۶۵۸)

کے حق مین نازل ہوا ہے جس کی ولایت مین یتیم لڑکی ایک باغ کی مالک تھی وہ اس باغ کے طمع سے اسکو نکاح مین لایا مگر اس سے حق واجب کچھ ادا نہ کرتا تھا۔

عن عائشة فی قول الله ان خفتم قالت فی [illegible] یتیمة هو ولیها وارثها ولها مال ولیس لها احد یخاصم دونها ولا ینکحها لمالها فیضربها ویسیء صحبتها

(صحیح مسلم)

صحیح مسلم مین یہ بھی آیا ہے کہ وہ مال کے خیال سے اسکا نکاح دوسرے شخص سے نہ کرتا اپنے ہی نکاح مین رکھتا پھر اسکو مارتا اور برے طرح سے اسکے ساتھ برتاؤ کرتا۔

© rasailojaraid.com

یہہ قول صدیقہ نقل عامہ مفسرین بیضاوی وغیرہ کے مخالف نہین جو لوگ کئی جورؤن کو گہیر رکہتے وہ سبہی یہ کام کرتے اور بری اغراض پیش نظر رکہتے تہے اور ان عورتون مین عدل نہ کرتے جسپر وہ قول خداوندی نازل ہوا۔

اس آیت مین صرف ایک شرط عدل کا ذکر اسلیے ہوا ہے کہ اس آیت کے موقع نزول پر اسی عدل سے سوال اور اس کا خوف پیدا ہوا تہا۔ باقی دو شرطون اور ضرورتون مذکورہ بالا سے اس لیے تعرض نہین ہوا کہ ان کا ذکر دوسری آیات و احادیث مین ہو چکا ہے۔ اس آیت مین ان شرطون یا ضرورتون کے مذکور نہ ہونے سے کوئی ان کا واجب اللحاظ نہونا استنباط کرے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اور ان آیات و احادیث سے (جو مسئلہ دوم و سوم کی ذیل مین بیان ہوئی ہین) غفلت و مخالفت۔

اس مقام مین اس امر کا بیان بہی ضروری ہے کہ عدل سے مراد اس حکم مین نفقہ، نوبت، تقسیم اوقات، حسن معاشرت، ملاطفت، وغیرہ اختیاری افعال مین مساوات ہے۔ دلی محبت اور اس کے نتیجہ کیفیت یا مقدار مباشرت مین مساوات مراد نہین ہے۔

اسپر دلیل خدا تعالے کا یہہ **قول** ہے کہ تم عورتون مین برابری (یعنے

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان الله کان غفورا رحیما (سورۃ نساء ع ۱۶)	امر مباشرت، محبت وغیرہ مین) ہرگز نہ کر سکو گے اگرچہ اسکی حرص کرو پر ایسا ہی نہ کرنا کہ بالکل ہی ایک عورت کی طرف جہک پڑو اور دوسری کو ایسی چہوڑ رکہو جیسے ادہر مین لٹکتی ہو اگر تم سنورتے رہو گے (جہانتک کہ تمہارا اختیار ہو)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور خدا سے ڈرتے رہو تو خدا (تمہارے غیر اختیاری نابرابری کو) معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل کہ آپ اپنے ازواج مطہرات مین حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ محبت رکھتے اور اپنی آخری بیماری کے ایام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر مین بسر کیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حضرت عائشہ صدیقہ کو حضرت حفصہ سے زیادہ تر محبوب جناب نبوی کہا۔ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کیا اور اسپر خوشی سے تبسم فرمایا۔ اسحدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے اور اس سے یہ

ثم قلت یا رسول اللہ لو رأیتنی و دخلت علی حفصۃ فقلت لها لا تغرنك ان كانت جارتك اوضأ منك واحب الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یرید عائشۃ فتبسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری ص ۹۲ ج ۲)

مسئلہ استنباط کیا ہے کہ ایک بیوی سے دوسری کی نسبت زیادہ محبت رکھنا جائز ہے

یہ حدیث بھی صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری بیماری مین ازواج مطہرات سے پوچھتے کہ کل کو مین کہاں رہونگا جس سے آپکا مقصود یہ تھا کہ عائشہ کا دن ہو۔ ازواج نے آپ کی مرضی پاکر اجازت دی کہ جہاں آپ چاہیں وہاں رہیں تب آنحضرت نے عائشہ صدیقہ کے گھر مین رہنا پسند کیا اور وہین انتقال فرمایا۔

عن عائشۃ ان رسول اللہ كان یسئل فی مرضہ الذی مات فیہ این انا غدا این انا غدا یرید یوم عائشۃ فاذن لہ ازواجہ یكون حیث شاء فكان فی بیت عائشۃ حتی مات (بخاری ص ۶۵ ج ۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی فعل میلان قلب و زیادہ حب) ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں عذر کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم میں عدل کرتے اور یہ فرماتے کہ اے خدا یہ تقسیم میری ان امور میں ہے جو میرے اختیار میں ہیں (یعنی نوبت نفقہ وغیرہ) پھر تو مجھے اس امر کی تقسیم میں جو تیرے اختیار میں ہے نہ میرے، برابری نہ کرنے کے سبب ملامت نہ کریو۔

عن عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم فيعدل فيقول اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك

(اصحاب السنن الاربعہ وغیرہ)

اس حدیث کو ابن حبان و حاکم نے صحیح کہا ہے اور ترمذی وغیرہ کو گو اس کے موصول ہونے میں کلام ہے مگر وہ کلام ہمارے مدعا کو ضرر رساں نہیں ہے۔ ہمارا اعتماد اس باب میں بخاری کی حدیث پر ہے جس میں حضرت عائشہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ محبت رکھنا ثابت ہو۔ یہ حدیث صرف اس حدیث کی تائید و شہادت میں پیش کی گئی ہے۔ لہذا اس حدیث میں کسی قسم کا کلام اگر اس پر اعتماد ہو ہمارے مدعا کو توڑ نہیں سکتا۔ ایسا ہی جو اس حدیث کے معنے میں سو قسم کی بعض ریفارمروں نے کلام کیا ہے کہ اس میں لفظ لا تملک سے محبت نہیں ہو سکتی وغیرہ وغیرہ وہ بھی ہمارے مدعا کا مصادم نہیں ہو سکتا کیونکہ بخاری کی حدیث میں محبت کی زیادتی پر تصریح ہے جس میں کسی تاویل و تبدیل کی گنجائش نہیں ہے۔

یہی معنے عدل کے (جو قول خداوندی اور فعل و قول نبوی سے ثابت ہیں) بحکم عقل و شہادت **قانون قدرت** اس حکم میں مراد ہو سکتے ہیں۔ اور دلی محبت اور اس کے نتیجہ میں مساوات کا مراد ہونا نہ بحکم عقل جائز ہے نہ بشہادت قانون قدرت ممکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اختلاف مشاہدہ میں آتا ہے اور کسی نا کسی کا وجدانی تجربہ رکھتا ہے کہ دو چیزوں میں سے (عورتیں ہوں خواہ اولاد - یا گھوڑے یا گدھے وغیرہ) ایک کو کسی صفت (صورت سیرت وغیرہ) میں دوسرے پر مزیت یا فوقیت ہو تو اس دوسرے کی نسبت بالطبع زیادہ تر مرغوب اور بیشتر محبوب ہوتی ہے - اور عقل بھی اسی کو ترجیح دینا پسند کرتی ہے - اور ترجیح مرجح کو جائز نہیں رکھتی -

اور یہ امر بھی عموماً مشاہدہ میں آتا ہے کہ متعدد عورتیں جو لوگوں کے نکاح میں آتی ہیں سبھی جملہ صفات میں مساوی نہیں ہوتیں - صورت یا سیرت یا شباب یا اخلاق یا عقل وغیرہ صفات میں متفاوت ہوتی ہیں -

اس اصول عقلی و قدرتی اور اس امر واقعی (دونو) کیطرف نظر سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ کسی بیویوں کے خاوند کا (خواہ وہ کیسا ہی بے نفس و خدا ترس ہو) اپنی اس بیوی کی جانب جس میں اسکی مطلوبہ صفات اتم و بکثرت پائی جاتی ہوں زیادہ میلان کرنا - اور اس کم صفات یا مفقود الاوصاف بیوی کی نسبت دوست رکھنا - ایک لازمی امر ہے - اور اس کا خلاف میلان و محبت میں مساوات اسکی طاقت انسانی سے خارج ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایسی مساوات اس پر واجب ہو اور خداوند تقدس و تعالے کہ اس نے اپنی کلام پاک میں صاف فرمایا ہے کہ وہ کسی جی کو ایسے کام کرنے کی تکلیف نہیں

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا
(سورۂ بقرہ ع ۴۰)

دیتا جو اسکی وسعت سے خارج ہو) حکم مذکور میں عدل سے ایسی ناممکن الوقوع مساوات مراد ہو -

یہی وجہ ہے کہ زمانہ نزول حکم مذکور سے اسوقت تک کل علماء اسلام اس حکم کے یہی معنے سمجھے ہیں جو ہمنے بیان کیے ہیں اور دلی محبت اور اسکے نتیجہ میں مساوات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئے سنی بجز اس وقت کے بعض ریفارمردن کے کسیکے خیال مین نہین آئے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر مین (جس پر اسوقت کے ریفارمرون کا بڑا اعتماد ہی)

فیہ قولان الاول لن تقدروا علی التسویۃ بینھن فی میل الطباع واذا لم تقدروا علیہ لم تکونوا مکلفین بہ۔ + الثانی لا تستطیعون التسویۃ بین الاقوال والافعال ۔لان التفاوت فی الحب یوجب التفاوت فی النتائج الحب لان الفعل بدون الداعی او مع قیام الصارف محال۔ ثم قال فلا تمیلوا کل المیل والمعنی انکم لستم منھیین عن حصول التفاوت فی میل القلبی لان ذلک خارج عن وسعکم ولا کنکم منھیون عن اظھار ذلک التفاوت فی القول والفعل۔ روی الشافعی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقسم ویقول ھذا قسمی فیما املک وانت تعلم بما لا املک

(تفسیر کبیر صفحہ جلد ۳)

فرمایا ہے۔ کہ اس قول خداوندی کے کہ "تم عدل نہ کرسکو گے" معنے مین دو قول ہین۔ ایک یہ کہ میلان طبع مین برابری کی تم قدرت نہین رکھتے۔ لہذا اس میلان مین مساواۃ کی تم کو تکلیف نہین دی گئی **دوسرا** یہ کہ تم مین تمام افعال و اقوال مین مساواۃ کی طاقت نہین۔ کیونکہ محبت مین تفاوت اس کے نتائج (افعال و اقوال) مین تفاوت کی موجب ہوتی ہے۔ اور وہ فعل جسکا سبب موجود نہو یا مانع موجود ہو وجود مین آنا محال ہے۔ پھر خداوند تعالے نے فرمایا کہ تم بالکل ہی جھک نہ پڑنا اسکے معنے یہ ہین کہ تم کو میلان طبع مین کمی بیشی سے منع نہین کیا گیا۔ کیونکہ اس سے بچنا تمہاری طاقت سے خارج ہے تمکو اس امر کی ممانعت ہے کہ اس تفاوت کا اپنے قول یا فعل سے اظہار کرو یعنے سونے بیٹھنے اٹھنے مین ایک ہی کے ہو رہو

© rasailojaraid.com

امام شافعی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نوبت نفقہ مین) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے۔ اے خدا یہ میری ان امور مین تقسیم ہے جنکا مجھے اختیار ہے اور تو جانتا ہے جس کی تقسیم مین سوا اسکے کہ مجھے اختیار نہین ہے۔"

تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اس قول خداوندی کی کہ تم پورا عدل ہرگز نہ کرسکو گے

لان العدل ان لا یقع میل البتة و هو متعذر و لذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم بین نسائه فیعدل و یقول ھذا قسمی فیما املك فلا تؤاخذنی بما تملك ولا املك - فلا تمیلوا کل المیل بترك المستطاع والجور علی المرغوب عنھا فان ما لا یدرك کله لا یترك کله -

(بیضاوی [illegible])

یہ وجہ ہے کہ پورا اور حقیقی عدل تو یہ ہے کہ کسی قسم کا میلان کسی عورت کیطرف نہ ہو۔ اور یہ امر محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مین (نوبت ونفقہ مین) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے اے خدا یہ میری اس امر مین تقسیم ہے جسکا مین مالک ہون۔ پھر تو مجھے اس امر کی تقسیم مین مواخذہ نہ کریو جسکا مالک تو ہے مین نہین ہون۔ بالکل جھک پڑنا یہ ہے کہ جسقدر تقسیم ہو سکے وہ بھی ترک کردین اور جس کیطرف رغبت نہ ہو اوسپر ظلم کرین اسکے اسلیے منع کردیا ہے کہ جو چیز سب کی سب ہاتھ نہ آوے وہ سبھی چھوڑی نہین جاتی۔

ایسا ہی معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر مین ہے۔ اور اسکا خلاف ہمنے پرانی تفسیرون مین کہین نہین دیکھا۔ اسوقت کے دو ازالہ پیل ریفارمرون نے اس شرط عدل کے بیان مین خامہ فرسائی کی ہے تو تحقیق وتدقیق کی راہ اختیار نہین فرمائی ایک صاحب تو تحقیق سے بالکل ہی کام نہین لیا اور ایک طولانی اگر لاطائل بحث سے زعم خود یہ ثابت کیا ہے کہ عدل سے مراد اس حکم مین کل الوجوہ یکسان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طبع و محبت وغیرہ میں) مساوات مراد ہے ورنہ معترض نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ اس معنے کر مساوات انسانی طاقت سے خارج ہے اسپر غور نہیں کیا اور نہ اوس کے **سوال کا کچھ جواب** دیا کہ اس صورت میں خدا تعالے کا تعدد ازدواج کی اجازت دینا (جو بعض تمدنی صورتوں اور خاص حالتوں میں آپ کے نزدیک بھی مسلم ہے) اور اس اجازت کو ایک ایسی شرط سے جو محال اور انسانی طاقت سے خارج ہے مشروط و مقید کرنا کیا معنے رکہتا ہے اور ایسی اجازت سے (جسکی شرط کا وجود محال ہو) فائدہ کیا نکلتا ہے۔

خدا حکیم کی شان کو یہ کب مناسب ہے کہ وہ ایک امر کی اجازت دے پھر اسکو ایک ایسی شرط سے جسکا وجود محال ہو مقید و مشروط کردے۔ جیسے کوئی نادان کسیکو دریا میں کود پڑنے کا حکم دے اور اسکے ساتھ یہ شرط لگادے کہ وہ دامن تر نکرے

بحث عدل کے خاتمہ پر آپ کا یہ کہنا کہ تعدد ازدواج کی اجازت اس وقت ہے کہ حسب مقتضائے طبیعت شائع و ضروریات تمدنی کے عقل و اخلاق و تمدن اس کی اجازت دے اور خوف عدل باقی نرہے جس سے آپکی مراد شاید یہ ہے کہ محل عدل باقی نرہے یہلی عورت مرجائے یا بیکار ہوجائے چنانچہ اس سے پیشتر اسپر اپنے تصریح کی ہے) اس سے وہ سوال اٹھ نہیں سکتا بلکہ اور پختہ ہوتا ہے کیونکہ اسمیں صاف اعتراف پایا جاتا ہے کہ جب تک پہلی عورت موجود اور کار آمد ہو دوسری عورت کے ساتھ عدل نا ممکن ہے۔ پھر تعدد ازدواج کی اجازت کیا معنے رکہتی ہے

دوسرے صاحب اپنی تجویزی معنے عدل پر اس سوال کا وارد ہونا سمجھ گئے ہیں اور وہ اس سے بچنے کے لیے یہ مسلک اختیار کیے ہیں۔ کہ یہ آیت جس میں عدل کی قید لگائی گئی ہے از قسم نواہی ہے نہ از قسم اوامر یعنے اس سے مقصود تعدد نکاح سے روکنا ہے نہ اوسکی اجازت دینا

© rasailojaraid.com

آپ فرماتے ہین "آیت تحلیل تعدد ازدواج (شاید یہ لفظ ہوے سے آپ کی قلم سے نکل
گیا ہے آپ اپنے اصل مقصود کو پیش نظر رکھتے تو اس آیت کو آیۂ تحریم تعدد ازدواج
کہتے کیے پہلی جزو سے اذن مطلق مفہوم ہوتا ہے مگر دوسرا جزو پہلی جزو کی شرط
واقع ہے اور فرائض ضروری کے قبیل سے ہے۔ پس جو شخص جزو ثانی اور اسکے
لوازم کی تعمیل نہ کرے تو بمفاد اذا فات الشرط فات المشروط۔ اوس نے یہ فعل یقیناً
خلاف اسلام کیا۔ اور خدا تعالے کا گنہگار ٹھہرا۔ پس بہ حیثیت حکم تعدد ازدواج کو از
قبیل نواہی سمجھنا چاہیے نہ از قبیل اوامر اور اس سے تعجب سا پہلو وہ ہے جسمین "آیت
سے اذن مفہوم ہوتا ہے فی الواقع اس آیت سے انتفا بلکہ لعدم ہونا ہی لازم آتا"
اس تقدیر پر (یعنی تقریر پر) بے شک وہ سوال تو وارد نہیں ہوتا مگر اس سے بڑھکر اور سخت
ایک یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس صورت مین تعدد ازدواج کو صاف
اور صریح الفاظ۔ اور کھلے پیرایہ مین حرام و ممنوع کہنا مناسب تھا جبکہ قرآن
کی مخاطبین سے کس و ناکس جو اس تعدد ازدواج مین مبتلا تھی (حضور عرب
کے اونٹ بکریان چرانے والے) بخوبی سمجھ سکتے نہ ایسے لفظ سے جس کے معنی
مراد کو بجز آپ دو صاحبون کے آجتک کسی نے نہین سمجھا۔ اور ایسے پیرایہ مین
جسکو آپ دو مین سے بھی صرف ایک صاحب نے سمجھا ہے۔

خدا تعالے حکیم اور ہادی ہے اور قرآن فصاحت و بلاغت مین معجزہ ہے پھر
کیا خدا کی ہدایت و حکمت اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کا یہی مقتضا ہے
کہ ان کا مطلب تو تحریم تعدد ازدواج ہو مگر اس مطلب کو وہ اس قسم کی صریح
پیرایہ مین کہ تم پر ایک عورت سے زائد حرام ہین یا تم کو ایک وقت مین دو عورتون
کا نکاح مین رکھنا جائز نہین ہے ادا نہ کرین بلکہ ایسے پیرایہ مین کہ اس تحریم کی ضد تحلیل
ازدواج کو ایک ایسی شرط (عدل) سے مشروط و مقید کردین جسکا محال ہونا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخاطبین سے بجز دو شخصون کے کسی کے خیال مین نہ آئے سبہی
دسکو جائز الوقوع اور ممکن سمجھین۔ و بنائً علیہ وہ اس بیان سے تعدد
نکاح کا جواز استنباط کرین۔ (چنانچہ ایسا ہی وقوع مین آیا ہے
عام مسلمانون نے اس آیۃ کو جو آپ کے نزدیک دلیل تحریم اور
از قبیل نواہی ہے) دلیل تحلیل تعدد ازواج اور از قسم اوامر
سمجھ لیا۔
س پیرایہ بیان سے اگر اس سے مقصود خداوندی تحریم تعدد ازواج قرار دیا جائے (ا
خدا کی ہدایت اور حکمت اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کو بٹہ لگتا ہے جس سے خدا
مقدس اور اسکا کلام پاک و منزہ ہے
دوسرا اعتراض یہ کہ اس صورت مین جواز تعدد نکاح پر جسکو آپ لوگون
نے بعض خاص حالتون مین مسلم رکہا ہے۔* آپ لوگون کے ہاتھ مین کوئی شرعی دلیل
نہین رہی۔ قرآن مین صرف یہی ایک آیۃ ہی جس سے تعدد ازدواج کا جواز بشروطہا
ثابت ہو سکتا ہے اور اسکو آپنے دلیل حرمت ٹہرایا ہے۔ اور احادیث نبویہ پر جناب
مین مین آپ لوگون کا اعتماد نہین ہے تو ان مین آپ کے شروط جواز کی تفسیر
نہین ہے **لہذا** وہ آپ لوگون کے مدعا کی دلیل نہین ہو سکتین۔ پہر آپ لوگون
کے ہاتھ مین نقلی دلیل جواز تعدد نکاح کونسی ہے؟

* اصل عبارت جناب یہ ہے۔ "یہ بات ناظرین کے ذہن نشین رہے کہ تعدد ازدوج
مصالح وقت پر موقوف ہے بعض زمانون مین اور بعض حالات مخصوصہ تمدن مین
یہ رسم عورتون کو فاقہ کشی اور فلاکت سے بچانے کے لیے
ضروری و لابدی ہو جاتا ہے یہ ایک امر واقعی ہے۔ لہذا اس سے
چشم پوشی نہین ہو سکتی۔"

© rasailojaraid.com

اس تحقیق و تدقیق سے ثابت ہوا - کہ عدل سے مراد اس حکم مین ظاہری اور اختیاری امور (نوبت ونفقہ) مین مساوات ہے - نہ باطنی و غیر اختیاری امور (محبت دلی و میل خاص) مین مساوات - اور اس مراد کے ساتھ یہ حکم سوم عقل و قانون قدرت و انسانی طبیعت کے عین مطابق ہے - بوجہ ان ضرورتون کی نظر سے جو تعدد نکاح کے لیے بیان ہوئی ہین یہ تعدد نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے -

ان مسائل واحکام ثلثہ کو قید قلم مین لانے کے بعد ہمنے امت محمدیہ کے ایک روحانی حکیم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ (جو واقعی اسم با مسمے ہے) ملاحظہ کیا تو اس مین بھی اپنی تفصیل کا اجمال پایا - اور اس توارد و توافق پر خدا ے تعالے کا شکر ادا کیا - اس مقام مین اس کتاب کی عبارت کا نقل کر دینا ضروری ہے - کیونکہ ہم کو اپنے بعض ان خصوصا (عیسائی بھائیون اہلحدیث سے جو ان پڑھ مجتہد بانیم ملا ہین) یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہم کو بیان شروط تعدد نکاح مین متفرد قرار دینگے اور اس سے یہ نتیجہ نکال لینگے کہ ہمنے تعدد نکاح کو شروط لگا کر مٹا دیا یا بہت محدود کر دیا ہے -

اب بھی وہ ہمپر یہ الزام لگانا چاہین تو پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا کلام بلا عنت نظام کسی سے پڑھوا کر سن لین اسکے بعد جو کہنا ہو سو کہین حضرت ممدوح فرماتے ہین منجملہ ان امور کے جن سے ناجائز عورتون کے نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے

ومنها العدد الذی لا یمکن الاحسان الیه فی العشرة الزوجیة فان الناس کثیرا ما یرغبون فی جمال النساء ویتزوجون منهن ذوات عدد وربما یؤثرون منها حظیة و

ایک وہ تعداد ہے جسمین معاشرت مین خوبی ناممکن ہے - کیونکہ اکثر لوگ عورتون کی خوبصورتی مین راغب ہوتے ہین اور کئی عورتون سے نکاح کر لیتے ہین پھر ان مین سے اس عورت کو جس سے انکو

© rasailojaraid.com

يتركون الاخرى كالمعلقة لا هي مزوجة حظية تقر عينها ولا هي ايم يكون امرها بيدها ولا يمكن ان تضيق في ذلك كل تضييق فان من الناس لا يحصنه فرج واحد و اعظم المقاصد التناسل والرجل يكفي بتلقيح عدد كثير من النساء وايضا فالاكثار من النساء شيمة الرجال وربما يحصل به المباهاة فقدر الشارع باربع وذلك ان الاربع عدد يمكن لصاحبه ان يرجع الى كل واحدة بعد ثلث ليال وما دون ليلة لا يفيد فائدة القسم ولا يقال في ذلك بات عندها وثلث اول حد كثرة وما فوقها زيادة الكثرة وكان للنبي صلى الله عليه وسلم ان ينكح ما شاء وذلك لان ضرب هذا الحد انما هو لدفع مفسدة غالبية دائرة على مظنة لا لدفع مفسدة عينية حقيقية والنبي صلى الله عليه وسلم

حظ حاصل ہوتا ہے سنبہال بیٹھتی ہین اور دوسری ین کرادہر مین چھوڑ رکھتے ہین پہر نہ تو وہ شوہروالی ہوتی ہین جس سے اونکی آنکھہ کو ٹھنڈک پہنچے اور نہ رانڈ کہلاتی ہین کہ وہ اپنا نکاح دوسرے سے کرلین اسباب مین یہ بھی ممکن نہین ہے کہ ہر ایک کو ایک ہی جورو رکھنے کے حکم دین - اور اس دائرہ کو ہر طرح سے تنگ کردین - کیون کہ بہت لوگ ایسے رقوی و توانا ہین جنکی دفع ضرورت بشری کے لیے ایک عورت کافی نہین ہوتی - اور نیز نکاح کے بڑے مقاصد (اغراض) سے نسل بڑہانا ہی ہے - اور ایک مرد کئی عورتون سے نسل لینے کے لیے کافی ہوتا ہے - عورتون کی کثرت مردون کی ایک طبعی صفت ہی ہے مگر اس مین کبھی انسان حد تفاخر کو پہنچ جاتا ہے (جو بلحاظ اخلاق مذموم ہے) اسلیے بانی اسلام نے اس کثرت کی حد چار عورتون سے مقرر کردی ہے اوسکی وجہ (ایک یہ) ہے کہ کثیر الازواج

© rasailojaraid.com

قد عرف المئنة فلا حاجة لنفي المظنة وهو مامون في طاعة الله وامتثال امره دون سائر الناس -
حجة الله البالغة ص ۳۲۰

مرد تیسری شب کے بعد تو ایک عورت کے پاس شب باشی کرے - سالم رات سے کم میں تقسیم کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا اس صورت میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ کسی عورت کے پاس رات رہا - تین کا عدد کثرت کی پہلی حد ہے اور اس سے اوپر اجزاء ایک ہونا کثرت میں زیادتی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار تھا کہ جسقدر چاہیں نکاح کریں اسکی وجہ یہ ہے کہ عدد کا مقرر کرنا مفاسد (یعنی عدم مساوات یا اور مفاسد جو عورتوں جانب سے ہوں) کو روکنے کے لیے ہے جنکا وقوع غالباً مظنون و محتمل ہوتا ہے نہ ایسے مفاسد کو روکنے کے لیے جو ہر ایک محل میں درہم نقد اور یقیناً موجود ہوں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ظاہری اپنے حالات و علامات کا علم تھا - اس لیے آپ کو اپنے معاملہ میں ظن و احتمال پر اعتماد کی ضرورت نہ تھی وہ خدا کی اطاعت اور امتثال حکم میں مامون تھے اور لوگ اسمیں مامون نہ تھے لہٰذا انکے لیے بنا بر ظن و احتمال مفاسد ایک روک ضروری تھی - نہ آپ کے لیے

اس کلام میں حضرت شاہ صاحب کے ہمارے بیان کی پوری تائید ہے اور علاوہ برین ان اعتراضات کے جواب بھی موجود ہیں جو مخالفین اسلام اس حکم سوم پر وارد کرتے ہیں از انجملہ ایک یہ اعتراض کہ اگر تعدد نکاح کی اجازت ایک عورت سے اغراض نکاح پورے نہ ہونے کی وجہ سے ہے - تو پھر اس تعدد کا انحصار چار عورتوں میں کیوں ہوا - جس شخص کے اغراض چار عورتوں سے پورے نہ ہوں اسکو پانچ عورتوں سے نکاح کی اجازت کیوں نہیں ہے -

دوسرا اعتراض یہ ہے - اگرچہ کہ عدد کوئی معنے اور وجہ انحصار رکھتا

© rasailojaraid.com

ہے۔ تو پیغمبر اسلام نے چار سے زیادہ عورتوں سے کیوں نکاح کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے ان اعتراضات کے جو جواب دیے ہیں وہ کسیقدر تفصیل و زیادت طلب ہیں ہم اس تفصیل و زیادت کے ساتھہ ان جوابات کی تقریر کرتے ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

مردوں میں بہت سے لوگ ایسے ضعیف الجسم والقوے ہیں کہ وہ ایک عورت کے لائق بھی نہیں ہوتے۔ ان لوگوں کے لیے اللہ تعالے نے ایک عورت کی بھی اجازت نہیں دی (چنانچہ مسئلہ اول میں بیان ہوا ہے) اور بہت ایسے ہیں جو صرف ایک عورت کو نباہ سکتے ہیں اون کے لیے ایک ہی عورت متعین ہے (جیسا کہ حکم سوم سے ثابت ہے) بعض کثیر ایسے ہیں جو ایک عورت سے اپنی اغراض کو پورا نہیں کر سکتے۔ ان کے لیے حصر کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کی غرضیں (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) دو ہیں۔ حفظ شخص[1] حفظ نوع[2]۔ دوسری غرض کا ایک عورت سے کسی شخص کو حاصل نہ ہونا (یعنی اسی سے مطلق اولاد۔ یا اولاد نرینہ کا پیدا نہ ہونا) کس و ناکس کو معلوم ہو سکتا ہے نہ یہ اور سبب بگمان یا ظن کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اوسی کی ذات میں موجود ہے۔ تا وقتیکہ متعدد محلوں میں اسکا امتحان نہ ہو ہو نہیں سکتا۔ لہذا ایک عورت سے اوسکی اولاد نہ ہو تو دوسرے نکاح کی دوسری سے بھی نہ ہو تو تیسری کی تیسری سے بھی نہ ہو تو چوتھی کی اجازت اس کے لیے صریح انصاف ہے چار سے اوپر باوجود یہ نہ ہونے اس غرض کے اسلیے اجازت نہیں دی گئی۔ کہ اس عدد کے بعد یہ یقین یا غلبہ ظن پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہاں جو قصور ہے میاں ہی کی طرف سے ہے۔ بیبیاں بے قصور ہیں۔ میاں کے نطفہ میں تولید کی قوت نہیں ہے۔ پس تو ایسی مطلوب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے جسپر محل کی قوت غلبہ رکھتی ہو اسلیے اولاد نہیں ہوتی ہو تو مزید نہیں ہوتی اس نطفہ سے پانچوین
یا چھٹی محل مین بھی اسی نتیجہ کی امید ہو۔ اسمین داخلی یا خارجی اسباب سے وہ قوت پیدا ہوگی۔ تو
موجودہ محلون سے ہی وہ غرض پوری ہو جائیگی۔ بس یقین یا غلبہ ظن کے حصول کیوجہ یہ
ہی کہ تین کثرت کی اول حد ہے اور چوتھی کی اجازت سے اس کثرت پر بھی زیادتی ہوئی۔
چہارم محل مین بھی اس نطفہ کی بیکاری ثابت ہوئی تو آیندہ کسی اور محل مین اسکے امتحان
کی ضرورت باقی نرہے ممتحن اور حاکم کا حق تو یہ ہے کہ جو شخص تین دفعہ کسی امتحان مین فیل ہو
جاوے یا تین دفعہ کوئی خطا کرے وہ پھر اس امتحان مین شامل نکیا جاوے اور اسکی خطا معاف
نہو مگر شارع اسلام رحیم و کریم ممتحن و حاکم ہے اسلیے تین دفعہ کے فیل شدہ امیدوار کو اس
کے حق سے بڑھکر ایک دفعہ اور بھی امتحان دینے کا اختیار دیا اس مین بھی وہ فیل ہوا
تو اسکو کوئی عذر و سوال کا موقع نرہا علاوہ برین چار سے زیادہ عورتون کی اجازت
دینے مین عموماً عورتون کی حق تلفی کا بھی خوف ہے۔ اور اس شخص کے محل تہمت ہونے
کا اندیشہ ہے جسکا بیان بحث متعلق غرض اول مین عنقریب آتا ہے۔

پہلی غرض کا ایکعورت سے پورا ہونا محل اشتباہ اور مظنہ کذب و تہمت ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی
حاجت ایک ہی عورت سے پوری کرسکتا ہو۔ اور پھر وہ صرف حسن پرستی اور نفس پروری کے شوق سے
نکاح کرنا چاہتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکی حاجت ایکعورت سے پوری نہوتی ہو لیکن اس غرض
کے طالبون کے لیے ایک ایسی حد بندی نہایت ضروری تھی جس سے شہوت پرست بڑھ نسکے اور
حاجتمند کو تنگی نہ پہنچے اس تحدید کے لیے بھی وہی چار کا عدد بایں وجہ سے اختیار کیا
گیا کہ تین کثرت کی اول حد ہے اور چوتھی اوسپر زیادت ہے جسکے بعد جھوٹے اور حیلہ ساز کو
سوال کی جگہ نہیں رہتی اور سچے حاجتمند کی حاجت بھی اس عدد سے کافی طور پر پوری ہو سکتی ہے۔
پھر اگرچہ عموماً عورتون سے قوی جسمانی و شہوانی مین بڑھکر ہوتے ہین اور اسپر تعدد
نکاح کے جواز کی بنا ہے۔ مگر یہ زیادت عموماً چار گونہ سے زائد نہیں ہوتی بلکہ

* یہ بات تجربہ طبی اور دلیل عقلی سے ثابت ہے کہ اولاد کا نرینہ ہونا مرد کی منی کے غلبہ قوت پر موقوف ہے۔ رحم کی رطوبت یا بیضون کو رجال نطفہ مرد کے ساتھ ملکر ایسی چیز جنین بنتی ہے جیسے تخم زراعت کے ساتھ ملکر اجزا زمین جز زراعت کو اسکو ڈاکٹر منی کہیں غلبہ ہوگا تو اولاد نرینہ ہوگی ایسا ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم مین آیا ہے ماذا اجتمعا فعلا منی الرجل منی المراۃ اذکرا باذن اللہ واذا علا منی المراۃ منی الرجل انثا باذن اللہ —

© rasailojaraid.com

ہم اکثری تجربہ و مشاہدہ کے بہروسہ پر کہہ سکتے ہین کہ چار گونہ نسبت ا
حد ہے - ہمارا یہ دعوی نہین ہے کہ ہر ایک قوی مرد ہر ایک ضعیف
نسبت رکہتا ہے جسکے مقابلہ مین کوئی یہ دعوی پیش کرے کہ بعض عورتین
حصہ زیادہ قوت رکہتی ہین ہمارا دعوی صرف یہ ہے کہ دونو جانب
لحاظ ہو تو اس نسبت سے بڑہ کر زیادت نہ نکلیگی و بنا بر علیہ ایسا مرد
جس کو قوت شہوانی صرف کرنے کے لیے ایک وقت مین کو
کافی نہ ہوتین -*

قوی سے قوی مرد نکاح کرنا چاہے تو اس حکم شریعت کے مطابق جب
عورت کو اچہی طرح دیکہہ کر قوی و توانا اور اپنے جوڑ کے موافق
اس عورت کو حمل و رضاعت وغیرہ خارجی و داخلی اسباب
اوس کی تحمل کے لائق نہ رہنے دین تو پہر پہلی سے بڑہکر دوسری
سے نکاح کرے - وہ بہی اس کے متحمل نہ ہو سکے تو پہر اس سے بڑہ کر
علی ہذا القیاس چوتہی تیسرے جب وہ اس کو شش و تنگ دو کے ساتھ کثرت

---

* بہتری سلاطین اسلام نے (جنکو ننگ اسلام کہا جائے تو بجا ہے)
جو صدہا عورتین گہیر رکہین تہین اسکی وجہ یہ نہ تہی کہ چار عورتین
لیے کافی نہ ہوتین - بلکہ اسکی وجہ صرف یہ تہی کہ وہ اسلامی
اصول کی پابندی سے بہی خارج ہو گئے تہے - اور حیوانات کی طرح جب
کرتے اس سے جنت ہو جاتے پہر اسکو حرم سرا میں داخل کرکے دوسری
کی طرف متوجہ ہوتے اسیطرح گلہ جمع ہو جاتا تہا غیروں کے کام آ
سیرت انسان صورت افراد کا فعل اسلامی قواعد پر اعتراض
نہین ہو سکتا -

© rasailojaraid.com

مستحق نہ ہوجائے گی۔ اور جو چار کا شوہر کہلائے گا تو غالباً اس کا کام بھی تمام ہوجائے گا۔ اور
اگر کوئی ایسا ہی چھپا رستم نکل آئے جو چار قوی و توانا عورتون کا کام تمام کرکے بھی خود
تازہ دم رہے تو اسکی حاجت روائی کے لیے پانچوین یا چھٹی عورت سے اجازت دینے
کی نسبت کم ضرر و سہل العمل یہ تدبیر ہے۔ کہ وہ پہلی چار اسامیون کو یکے بعد دیگرے
کے بعد دیگرے یا یکبارگی جیسے ضرورت و موقع ہو ریٹائر کردے۔ اور انکی جگہ،
چار ور اسکے بعد دیگرے یا یکبارگی بھرتی کرلے۔ انکو بھی وہ چھپا رستم ہڑپ کرے
تو ان کو چھوڑ کر چار اور کرے وعلیٰ ہذا القیاس۔

ایسے شخص مفروض الوجود والصفات کو چار کی موجودگی مین پانچوین کی اجازت
دیجائے تو اس مین گو اس خاص شخص کے لیے کوئی نقصان نہین بلکہ فائدہ ہے مگر اس
سے ضرر عام کا اندیشہ ہے اس سے وہ حصر (جو بنظر اکثر اشخاص کافی و مناسب ہے) ٹوٹ
جائے گا۔ اور شہدے اور بدمعاشون وعیاشون کو ایک حیلہ و بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ وہ
بہت سی عورتون کو گھیر لینگے اور مخلوق خدا کی حق تلفی کرینگے۔

چار کی تحدید و حصر مین عورتون کی محافظت حق کا بھی لحاظ اور یہ مقصود ہے
کہ ایک عورت کو جو کثیر الازواج کے نکاح مین ہون۔ کم سے کم تین دن کے بعد تو اپنی
رات کی باری تقسیم مین آوے جس سے اسکو سیر چشمی و طمانیت دلی حاصل ہو اور بلا ادا
انتظار سے نجات ہو ایک ہی شب مین کوئی سب عورتون سے ہمبستر ہو کر اس سے
کی طمانیت نہ ہوگی۔ اور یہ بات نہ کہی جا سکے گی کہ وہ شخص کسی عورت کے
پاس شب باش ہوا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

تقریر جواب اعتراض اول سے ثابت ہوچکا ہے کہ تعدد نکاح سے روکنے اور ایسے چار
کی حد مقرر کرنے کی بنا صرف ظلم پر ہے۔ پہلی غرض سے تعدد نکاح کا کوئی طالب ہو

۔ شہدے انکو انکے دعوی کے بموجب کہا گیا ہے۔ اور حقیقت مین وہ بدمعاش ہین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو چار عورتوں کے بعد اس شخص کی نسبت یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اوسی کی ذات میں موجود ہے۔ عورتوں کا اس میں قصور نہیں ہے۔

دوسری غرض یعنی طالب تعدد کی نسبت یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ وہ چار عورتوں سے غرض دوم حاصل نہ ہونے کے وجہ سے میں چھوڑنا چاہتا ہے اور اس پر زیادتی صرف شہوت پرستی اور نفس پروری کے لیے چاہتا ہے اور ایسا بدظن تو عموماً ہو سکتا ہے کہ کثرت ازدواج کی حالت میں وہ عورتوں کی حق تلفی کرے گا اور ان میں عدل نہ کر سکے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان ظنون اور برے گمانوں سے پاک و مبرا تھے اور اپنا حال وہ یقیناً جانتے تھے اور بے اعتدالی کے خوف سے مطمئن تھے لہذا آپ کے لیے وہ تحدید جو صرف مظنہ پر مبنی تھی ضروری نہ تھی

حضرت شاہ صاحب کی یہ رائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورتوں کی تحدید نہ تھی بعض صحابہ و تابعین کی رائے ہے بعض اور صحابہ و تابعین اس رائے کے مخالف ہیں ان کی رائے یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان نو ازواج کے بعد دوسری عورت کو نکاح میں لاتے یا ان میں سے کسی کو طلاق دیکر اوس کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی اور وہ اس قول خداوندی سے استدلال کرتے ہیں جو سورۂ احزاب میں ہے کہ اے نبی تجھے ان عورتوں کے سوا کوئی

> ولا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل
> بھن ازواجا ولو اعجبک حسنھن
> (احزاب ۵۲)
> ای بعد ھولاء التسع (ابو السعود)

عورت نکاح میں لانا یا ان عورتوں کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اگرچہ انکا حسن تجھے خوش لگے۔

اس رائے جمہور کی بنا پر اس تحدید کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی بدظنی اور خوف حق تلفی نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تحدید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ حضرت شاہ صاحب کے جواب کی تقریر و تفصیل ہے - مگر یہہ جواب ان ہی لوگون کے لیے طمانیت بخش ہے - جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق مانکر اور ان ظنون سے بری جانتے ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور دین اسلام سے منکر اس جواب کو تسلیم نہ کرین گے ان کے لیے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی حالات متعلقہ نکاح کی تفصیل کرتے ہین - جسکو نظر انصاف سے پڑھکر مخالف و منکر کو بھی (اگر وہ عناد سے مبرا ہو) یقین ہو سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ان ظنون سے مبرا تہے اور خوف زید گمانی (شہوت پرستی - نفس پروری - حق تلفی - دنا الضافی) کے محل نتہے -

یہ امر مخالفین و معترضین کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و

مین آپ اپنی امت کے لیے ایک عمدہ نمونہ نہین اور آپکے حکم و قول و فعل پر مخالفت فعل کا اعتراض نہ ہو - اس رائے کے بموجب آپ کے لیے اس تحدید مین ویسی ہی تشدید ہے جو امت کے لیے چار کی تحدید مین ہے بلکہ آپ پر اس تحدید مین بڑہکر تشدید پائی جاتی ہے - امت کو تو ہمیشہ کے لیے اختیار ہے کہ چار کی حد تک جتنی عورتون کو چاہین نکاح مین لا دین - پہلی چار بیکار ہو جائین یا موافق مقصود نہین تو ان کی جگہہ چار اور نکاح مین لے لین - اسیطرح اور چار و علی ہذا القیاس بیسون عورتون سے نفع اٹھا لین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ سخت تحدید ہوئی کہ بس ان ہی نو عورتون پر (جنمین اکثر بڑہیا تہین - اور صاحب اولاد نہین تہین) صبر کرین ان مین سے کوئی مرجائے خواہ کیسی ہی بکار وہ ذکی حالت کو پہنچ جاے اسکی جگہہ بھی دوسری کو (خواہ وہ آپکو بالفرض خوبصورت معلوم ہو) نکاح مین نہ لائین - اس تحدید کی وجہ سے تو اس آیت (التحدید) اور پہلی رائے (عدم تحدید) مین معنی و مبنی کے نظر سے مخالفت نہین رہتی گو صورت مین مخالفت ہے

© rasailojaraid.com

خديجة بنت خويلد وهي اول من
تزوجها صلى الله عليه وسلم ولها يومئذ
من العمر اربعون سنة وكان له صلى
الله عليه وسلم خمس وعشرون ثم ينكح
النبي صلى الله عليه وسلم عليها امرأة
حتى ماتت (زاد المعاد ص۲۷ وجامع الاصول)
توفيت على الصحيح بعد النبوة
بعشر سنين فاقامت معه صلى الله
عليه وسلم خمس وعشرين سنة
(قسطلانی ص۱۵۶ جلد ۲)

وفي العاشرة من النبوة توفيت
خديجة وهي بنت خمس وستين سنة
(مجمع البحار) ثم تزوج بعد وفاتها
بايام سودة بنت زمعة القرشية
ثم تزوج بعدها الصديقة بنت
الصديق عائشة ولم يتزوج بكرا
غيرها (زاد المعاد ص۲۶ مجمع ص۵۴۳)

سلم نے عنفوان شباب سے پچاس سال
تک صرف ایک بیوی حضرت خدیجہ پر
جنکی عمر بوقت نکاح چالیس سال کی
تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی عمر اسوقت پچیس برس کی)
اکتفا کیا اور اپنی جوانی کے پچیس سال
اسی (بزرگ اور صالحہ) بڑھیا کے
ساتھ بسر کیے۔ وہ پینسٹھ سال
کی عمر کو پہنچکر فوت ہوئی تب آپنے
اور نکاح کیے جبکہ آپ کی عمر پچاس* سال
کی ہوگئی۔ اور یہ بھی ان کو تسلیم کرنا
پڑے گا کہ آپ کے ازواج مطہرات
سے کنواری صرف ایک بیوی (عائشہ
صدیقہ) تھی باقی سب رانڈ بیوہ تھیں
جنمیں بعض کی عمر بوقت نکاح تیس‡
سال سے اوپر اور بعض کی پچاس سے
اوپر تھی۔ اور ان میں بعض عاجز و
بیکس تھیں بعض صاحب الرحم اور جانی دوستوں کی اولاد بعض آپ کے
دشمنوں اور مخالفین اسلام کی ذریات۔

اور اس امر کی تسلیم سے بھی انکو چارہ نہ ہوگا کہ اس زمانہ میں جبکہ آپ کے
نکاح میں نو عورتیں موجود تھیں اور اس سے پیشتر آپ کی عیش (کھانے پینے)

* دیکھو کتاب جان ڈیون پورٹ مسٹر سوم بعنوان محمد و قرآن میں وہ عبارت جو صفحہ ۱۹۲ میں منقول ہے۔

‡ جیسے ام حبیبہ و میمونہ۔

© rasailojaraid.com

کا یہ حال تھا۔ کہ جو کی روٹی سے آپ نے دو روز اور گیہون کی روٹی سے تین روز متواتر پیٹ بھر کھانا نہین کھایا۔ اور مہینون آپ کے دولت خانہ مین چولہا گرم نہین ہوا۔ صرف پانی پر گذارا رہا۔ کسی شب آپ کے حرم سرا مین چراغ نہ جلتا تاٹ یا دعقرہ کا جسمین پوست خرما بھرا ہوا تھا آپ کا بستر ہوتا جس لباس مین آپ اس جہان سے رخصت ہوئے جس دو پیوندون سے تو بر تو تھا آپ فوت ہوتے ہین تو آپ کی زرہ دو من غلہ جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ فروتنی ونفس کشی کا یہ عالم تھا کہ اپنے گھر کے کام آپ بذات خود کرتے اپنے میلے کپڑے اپنے ہاتھ سے دہوتے اپنا کپڑا جوتا آپ خود سیتے اپنی بکری آپ دوہتے وعلی ہذا القیاس اور بے نفسی کے امور مین جنکو غیر مذہب کے مصنفون نے بہی تسلیم کیا ہے[*] اور یہ سب کچھ اسوقت مین ہوا تھا جب کہ عرب ویمن وشام کا ملک آپ کے زیر سلطنت وحکومت ہو چکا تھا روپیہ اشرفی سب کچھ میسر آتا تھا۔ مگر جو آتا راہ مولے مین صرف کیا جاتا نفس کا حصہ اسمین

عن عائشة ما شبع آل محمد من خبز الشعير يومين (مشکوٰۃ ص۳۴۳)

وعنها ما شبع آل محمد صلى الله عليه وسلم منذ قدم المدينة من طعام بر ثلث ليال تباعا حتى قبض (بخاری)

وعنها كنا ننظر الى الهلال في الشهرين وما اوقدت في ابيات رسول الله صلى الله عليه وسلم نار (بخاری ص۹۵۶)

وعنها في حديث صلوة الليل والبيوت يومئذ ليس فيها مصابيح (بخاری ص۳۰)

وعنها كان فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادم حشوها ليف (بخاری صفحہ ۹۵۶) وعنها ما ... حفصة ما كان فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتك. قالت مسحا الخ (شمائل ترمذی ص۲۵) عن ابی هريرة قال اخرجت الينا عائشة كساء ملبدا

[*] دیکھو سیل صاحب کا دیباچہ ترجمہ قرآن۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قالت فی هذا نزع ریح النبی صلی الله
علیه وسلم بخاری ص۳۴۳ توفی
النبی صلی الله علیه وسلم ودرعه مرهونة
عند یهودی بثلثین صاعاً (بخاری ص۴۲۳)
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
فی مهنة اهله تعنی خدمة اهله (بخاری
صفحه ۸۹) کان یفلی ثوبه ویحلب شاته
ویخدم نفسه (شمائل ترمذی ص۲۷)
و در یخیط ثوبه ویخصف نعله ویرقع
دلوه (عینی شرح بخاری)
وفتح علیه فی حیاته صلی الله علیه
وسلم بلاد الحجاز والیمن وجمیع جزیرة
العرب وما دانی ذلک من الشام والعراق
وجلب الیه من اخماسها وجزیتها
وصدقاتها ما لا یجبی للملوک الا
بعضه وهادنه جماعة من ملوک
الاقالیم فما استاثر بشیء منه ولا
امسک منه درهما بل صرفه مصارفه
واغنی به غیره وقوی به المسلمین
وقال ما یسرنی ان لی احد ذهبا یبیت
عندی منه دینار الا دینارا ارصده

کچھ نہ ہوتا یا بہت تھوڑا ہوتا آپ کے ان
حالات اور آپ کے اکثر ازدواج کی
صفات (بیوگی - پیرانہ سالی - دریدہ
وغیرہ) اور آپ کے نکاح کے اوقات
وسنوات کی طرف بے تعصبی و
انصاف کے ساتھ نظر کرنے سے مخالف
سے مخالف بھی تجویز نہیں کرسکتا -
کہ آپ کا تکثیر وتعدد نکاح شہوت پرستی
ونفس پروری کی غرض سے تھا - شہوانی
ونفسانی غرض سے یہ تکثیر ہوتا تو اسکا
موقع بحکم سے نشاط عمر باشد تا بسی سالگی
چو چہل آمد فرو ریزد پر وبال = چالیس
سال عمر سے پہلا زمانہ تھا اور اسکا
غرض کا حصول بھی آپ کے لیے
سہل وآسان تھا - کیونکہ آپ اپنی قوم
میں صاحب حسب ونسب تھے اور
مکارم اخلاق میں ایسے مشہور وممتاز
کہ اپنی قوم سے - "عادل" - "امین" ثمال
الیتامی (یتیموں کی پناہ) عصمة الارامل
(رانڈوں کے محافظ) وغیرہ القاب حاصل
کرچکے تھے - آپ نفسانی اغراض رکھتے

* نبوت سے پیشتر آپ اپنی قوم میں عادل کہلاتے - اور انکی خصومت کا فیصلہ آپ کرتے (ا)

© rasailojaraid.com

لدیہ داتتہ دنانیر مرۃ فقسمہا و
بقیت منہا بقیۃ فدفعہا لبعض
نسائہ فلم یاخذہ نوم حتی قام
وقسمہا وقال الآن استرحت ومات
ودرعہ مرھونۃ فی نفقۃ عیالہ
(شفا صـ۴۲)

اور ان اغراض سے عیش چاہتے تو عالم
شباب میں رسم ورواج قوم کے مطابق
بہت سی عورتیں نکاح میں لا سکتے تھے
سو بھی جوان اور باکرہ جو نفسانی اغراض
کا اصلی محل ہیں۔

اسپر اگر مخالفین یہ اعتراض کریں کہ
جوانی کے وقت آپ تنگ دست تھے۔ اسلیئے اسوقت اور نکاح نہیں کر سکے تو اُسکا
جواب یہ ہے ایک دو جوان عورتوں کے نکاح پر کونسا مال کثیر صرف ہوتا تھا۔
جس کے آپ متحمل نہ تھے اور اگر آپ ایسے ہی ہوتے تو یتیم ورانڈ عورتوں کی پرورش کرنے
سے انکو مربی و کفیل کیونکر کہلاتے۔

اس بات کو بھی کوئی نہ مانے تو تھوڑی سی دیر کے لیئے نصفت اختیار فرما کر
یہی خیال کرلے کہ اس تکثیر و تعدد ازواج پر باعث آپکے نفسانی اغراض ہوگئے
تو جسوقت آپ صاحب سلطنت اور ملک عرب و یمن و شام کے مالک متصرف ہو
گئے اور اس تعدد نکاح کے (جو مخالفین کا محل اعتراض ہے) مرتکب ہوئے تھے
اسیوقت آپ جوان اور باکرہ عورتوں سے (جو عیش و نفسانی اغراض کا

(ضمیمہ نمبر ۱) فرماتے اہل مکہ نے کعبہ کو اپنے وقت میں نئے سرے بنایا تو پہلا پتھر آپ ہی کے مبارک
ہاتھوں سے رکھوایا اور یہ کہا کہ یہ "امین" ہے ہم اسکے انتخاب سے پتھر رکھوانے میں خوشتر
ہیں۔ ابو طالب نے آپ کی تعریف میں کئی اشعار کہے تھے جن میں آپکو امین و صادق
وغیرہ وغیرہ خطابوں سے یاد کیا ہے از آنجملہ ایک یہ شعر ہے

وابیض یستقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

© rasailojaraid.com

اصلی محل ہین) نکاح کرتے و مع ہذا کہانے پینے پہننے کے وہ سامان عیش مہیا کرتے جنمین آپ کے ہمعصر سلاطین عیاش منہمک تھے - اس کے کیا معنے ہین کہ طالب تر نفسانی اغراض کے ہوں اور نکاح تیس چالیس اور پچاس برس کی عورتون لیے ہین - اور پیٹ بہر کر کہانا نہ کہائین رات کو گہر مین چراغ نہ جلائین (جس سے بی بیون کی صورت دکہلائی دے) اور اسی قسم کے اور سامان رکہین جن سے عیش کی روح قبض ہو - شاید یہان کوئی یہ سوال پیش کرے کہ اگر ان متعدد نکاحون سے نفسانی اغراض پیش نظر نہ تھے تو اور کیا اغراض تھے اسکا جواب یہ ہے - کہ آپ اور آپ کے ازواج مطہرات کے ظاہر حالات و اوصاف کیطرف نظر کرنے سے صرف معلوم ہوتا ہے کہ ان نکاحون پر آپ کو باعث آپ کی وہی - عالی صفات تہے جن کے سبب آپ "ثمال الیتامیٰ" و "عصمۃ الارامل" وغیرہ خطاب پا چکے تھے - یعنی رانڈون اور ان کے یتیم بچون کی پرورش اور بیکس اور عاجزون کی تربیت اور یہ بھی اس مین مقصود تہا کہ اپنے جان نثار دوستون سے احسان و مواسات اور دشمنون سے تلطف و مدارات جس سے ان کے دلون مین آپ کی اور آپ کے دین اسلام کی محبت پیدا ہو - اور ان کا بغض و عناد جو مخالف مذہب کے سبب سے تہا کم یا دور ہو چنانچہ ایسا ہی وقوع مین آیا اور ان نکاحون سے ان فواید کا بخوبی ظہور ہوا اور اسی قسم کے اور بہت سے فواید ان سے ظاہر ہوئے ہین جن مین نفسانیت کا شبہ نہ تہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے عالم جاودانی کیطرف رہگرا ہوئے تو آپ کے یہ نو ازواج تہے
سودہ[1] - عائشہ[2] - حفصہ[3]
ام سلمہ[4] - زینب[5] بنت جحش

وتزوج بعد وفات خدیجۃ سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ ثم ام سلمۃ ثم جویریۃ ثم زینب بنت جحش ثم زینب بنت خزیمۃ ثم ام حبیبۃ ثم صفیۃ ثم میمونۃ

÷ ہکذا فی الاصل ولعلہ سہو من الکاتب والصحیح ان تزوج جویریۃ ثم بعد تزوج زینب - ایڈیٹر -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فکانت زینب بنت خزیمۃ توفی عن التسع البواقی بلا خلاف وفی العاشرۃ من النبوۃ تزوج عائشۃ وسودۃ (مجمع البحار صفحہ ۵۳۰ مجمع)

جویریہ، ام حبیبہ، صفیہ، میمونہ

حضرت سودہ سے آپ کا نکاح نبوت کے دسویں سال ہوا۔ جسمیں حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا تہا۔ اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ سے نکاح ہوا۔

حضرت سودہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تہا کہ بنی عبد شمس سے جنکی اولاد

عبد بن زمعۃ بن قیس بن عبد الشمس القرشی العامری اسلم یوم الفتح وہو اخو سودۃ ام المومنین (قسطلانی صفحہ ۱ جلد ۲)

سے حضرت سودہ تہیں دشمنی اور عداوت پیدا ہو اور وہ اسلام کی جانب ہو جو آخیر فتح مکہ کے دن ظہور میں آیا۔ ہو اور عبد بن زمعہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بہائی مشرف باسلام ہوا حضرت سودہ کا بیکس تنہا ہونا ساتہ ہی بیوہ ہونا بہی اس نکاح کا سبب تہا

حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تہا کہ حضرت صدیق اکبر کے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدقت وواسانی بنفسہ ومالہ (بخاری صفحہ ۵۱۷)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابو بکر (بخاری صفحہ ۵۱۶)

جانی و مالی خدمات کی کسیقدر مکافات ہو اور انکی لخت جگر کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیت ہونے کا شرف حاصل ہو جو انکی عزت و مکرمت کا بہی باعث ہو۔ صدیق اکبر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہ جان و مال سے ایسی مواساۃ کی ہو جسکی نظیر اور کسی نے نہیں دکہائی

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہوکر فرمایا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے اسوقت میری رسالت کی تصدیق کی تہی جب تم نے تکذیب کی ہے ابو بکر نے جان و دل سے میری مواساۃ

* مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت سودہ شروع زمانہ نبوت میں مشرف باسلام ہوئی تہین انکا خاوند سکران نامی بہی انکے ساتہ مسلمان ہوگیا پہر انہوں نے ہجرت کی اور سکران نے حبشہ یا مکہ میں رحلت فرمائی تو آنحضرت نے انسے نکاح کر لیا۔

© rasailojaraid.com

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مالاحد عندنا ید الا کافیناه ماخلا ابابکر فان له عندنا ید یکافئه الله یوم القیمة - وما نفعنی مال احد قط مانفعنی مال ابی بکر (ترمذی ص۲۲۳)

کی ہے۔ اور فرمایا تمام لوگون سے بڑھکر میرا محسن میرے ساتھہ رہنے اور مال خرچ کرنے مین ابی بکر ہے۔ اور فرمایا جو احسان مجھپر لوگون کے ہوئے ہین مین انکی مکافات کرچکا ہون بجز احسان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنکی مکافات خدا تعالے قیامت کے دن کرے گا۔ جسقدر ابوبکر کا مال میرے کام آیا ہے کسیکا نہین آیا۔

حضرت حفصہ کے نکاح سے (جو ہجرت کے تیسرے سال اور نبوت کے سولہوین اور عمر شریف نبوی چھپن سال مین ہوا تھا) یہی ان کے باپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا اعزاز واکرام منظور تھا۔ جس کے وہ اپنی ذاتی ومتعدی صفات کے سبب مستحق تھے۔ ازانجملہ اسلام کی نصرت واہل اسلام کی عزت جو آپ کے مشرف باسلام ہونے سے ہوئی تھی اور جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کو علانیہ مسجد مین نماز پڑھنے کی جرأت ہوئی۔ وازانجملہ دین مین استقامت اور رائے کی اصابت وغیرہ وغیرہ جنکا احادیث منقولہ حاشیہ مین ذکر ہے

وفی الثالثة من الهجرة تزوج النبی صلی الله علیه وسلم حفصة بنت عمر فی شعبان وکانت تحت حبیش بن حذافة شهد بدرا توفی بالمدینة (مجمع ص۵۳۵) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اعز الاسلام باحب الرجلین الیك بابی جهل او بعمر بن الخطاب (ترمذی ص۲۹م) فاصبح عمر فغدا علی النبی صلی الله علیه وسلم فاسلم ثم صلی فی المسجد ظاهرا (مشکوة ص۵۵۷) قال ابن مسعود ما زلنا اعزة منذ اسلم عمر (مشکوة ص۵۵۷) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عمر علی

© rasailojaraid.com

عُمَرُ وعليه قميص يجره - قالوا فما اولت ذلك يا رسول الله قال الدين (بخاری صـ ۵۲۱) قال رسول الله صلعم مامن نبي الا وله وزيران من اهل السماء ووزيران من اهل الارض فاما وزيراي من اهل السماء فجبرئيل وميكائيل واما وزيراي من اهل الارض فابوبكر وعمر رضي الله عنهما (ترمذی صـ ۲۲۹)

ان دونو حضرت کے استحقاق اکرام کی مثبت ایک حدیث ترمذی میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے لیے دو وزیر آسمان والون سے اور دو وزیر زمین والون سے ہوتے ہیں - میرے آسمان وزیر میکائیل وجبرئیل ہیں اور زمین والون سے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما - -

ایسے ہی فضائل وفواضل حضرت عثمان وحضرت علی کے تھے جن کے سبب وہ بھی اسی اعزاز واکرام مصاہرۃ کے مستحق تھے - مگر اسکا ظہور دوسرے نوع میں ہوا ہے وہ دونو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کے شرف سے مشرف ہوئے اس شرف مصاہرہ کا (نوع اول سے ہے خواہ دوسرے) کوئی اندازہ قدر و منزلت کرنا چاہے تو اپنے وقت کے سلاطین کے خسر یا دامادون کی قدر و منزلت کو دیکھ لے اور خیال کرے کہ جسکو بادشاہ وقت اپنی بیٹی دے یا اوسکی بیٹی قبول کرلے وہ کس درجہ کا معزز اور لوگون کی نظر میں عزیز ہوتا ہے -
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثار خلفاء کو اس شرف سے مشرف کرنا چاہا تب ہی ان سے رشتہ مصاہرۃ قائم کیا اس میں انسانیت کا کچھ دخل نہ تھا -

* شیعہ وخوارج پر سخت افسوس ہے ان کے فہم وعقل پر نہایت تعجب ہے کہ ان میں سے ایک فریق شیخین کی قدر نہیں پہچانتا - تو دوسرا ختنین کی باوجودیکہ وہ اپنے وقت کے سلاطین کے خسر ودامادون کو جن پادشاہون کے نزدیک بہت معزز وجلیل القدر سمجھتے ہیں -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت ام سلمہ کے نکاح سے (جو ہجرت کی چوتھی اور نبوت کی سترہویں اور عمر شریف

کی ستاون سال
میں ہوا تھا آپ کا مقصود
یہ تھا۔ کہ اس عاجز بیوہ کی
دستگیری اور اس کے
بچون کی پرورش ہو۔
جب انکا پہلا خاوند ابو سلمہ
رضی اللہ عنہ فوت ہوا تو
ان کو سخت صدمہ پہنچا۔
اور انہون نے بہت جزع
و فزع کا ارادہ کیا جس کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے روکا۔ اور کہا یہ خیال پیدا
ہوا کہ اب مجھے ایسا خاوند
کہان ملیگا جو میرے پہلے
خاوند سے بہتر ہوگا۔ شاید
اسی خیال سے انہون نے
حضرت ابو بکر کے پیام نکاح
کو قبول نہ کیا۔ آخر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام
بھیجا تو انہون نے یہ عذر کیا

ثم تزوج ام سلمة ہند بنت ابی امیة القرشیة المخزومیة
(زاد) وفی السنة الرابعة من الهجرة تزوج ام سلمة
فی شوال وفیها توفی زوجها ابو سلمة (مجمع ص ۵۳۷)
عن ام سلمة لما مات ابو سلمة قلت غریب فی ارض غربة لابکینه بکاء
یتحدث عنه ۔۔ فقال اتریدین ان تدخلی الشیطان بیتا اخرجه
الله منه مرتین فکففت عن البکاء فلم ابک (صحیح مسلم ص ۳۰۱)
وعنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیہ وسلم
یقول ما من مسلم تصیبه مصیبة فیقول ما امره الله
انا لله وانا الیه راجعون اللهم اجرنی فی مصیبتی
واخلف لی خیرا منها الا اخلف الله له خیرا منها
قالت فلما مات ابو سلمة قلت ای المسلمین خیر
من ابی سلمة اول بیت هاجر الی رسول الله
صلی الله علیه وسلم ثم انی قلتها فاخلف الله لی
رسول الله صلعم وعنها قالت ارسل الی رسول الله صلعم حاطب
بن ابی بلتعة یخطبنی له فقلت ان لی بنتا وانا غیور
فقال اما ابنتها فندعو الله ان یغنیها عنها وادعوا
الله ان یذهب بالغیرة (صحیح ص ۳۰۰)
وعنها قالت لما انقضت عدتی بعث الی ابو بکر
یخطبنی فلم اتزوجه فبعث رسول الله صلی الله
علیه وسلم عمر ابن الخطاب یخطبها علیه فقالت اخبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی
امرأة غیراء وانی مصبیة فذکر
ذلک له فقال ارجع الیها فقل لها
اما غیرتک فساد عوا الله ان یذهبها
واما صبیتک فستکفین رحمهن
النساء فی غیراء کثیرة الغیرة والمصبیة
ذات صبیان واولاد صغار
(تیسیر الوصول ص ۲۶۹)

کیا کہ میں بڑی صاحب غیرت ہوں (یعنی
آپ کے دوسری ازواج پر مجھے غیرت
آئے گی) اور میں صاحب اولاد ہوں،
اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تیری غیرت
کے لیے میں دعا کروں گا کہ وہ دور ہو۔
اور تیرے بچوں کی پرورش ہو گی چنانچہ
ان سے نکاح کیا۔

اس خیال اور اس غیرت کی اور ایسے بال بچوں والی عورت کا آنحضرت "ثمال الیتامیٰ" و "عصمة للارامل" کے سوا اور کون کفیل ہو سکتا تھا۔

حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح (جو ہجرت کی پانچویں اور نبوت کی اٹھارہویں

ثم تزوج زینب بنت جحش من بنی اسد
ابن خزیمة وهی ابنة عمته امیمة
(زاد المعاد ص ۲۷)
فی الخامسة من الهجرة تزوج زینب
وامها امیمة بنت عبد المطلب
(مجمع ص ۵۳۷) وما کان لمومن ولا مومنة
اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون
لهم الخیرة من امرهم الایة نزلت
فی زینب بنت جحش الاسدیة واخیها
عبد الله بن جحش وامهما امیمة بنت

اور سن شریف آنحضرت کی اٹھاون
سال میں ہوا تھا) مقصود نص قرآن
میں بیان ہوا ہے حق تعالیٰ نے خود فرمایا
ہے کہ ہم نے اس کا نکاح تیرے ساتھ اس
لیے کر دیا ہے کہ مومنوں پر اپنے لے
پالکوں کی بیویوں کے نکاح میں تنگی
نہ رہے۔ حضرت زینب نسب میں شریف
تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی اور ان کو
خاوند زید آنحضرت کا آزاد کیا ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبد المطلب عمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم
خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب
لمولاہ زید بن حارثۃ وکان رسول اللہ صلعم
اشتری زیدا فی الجاہلیۃ بعکاظ فاعتقہ
فلما خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب
رضیت وظنت انہ یخطبہا لنفسہ فلما علمت انہ یخطبہا لزید
ابت وقالت انا ابنۃ عمتک یا رسول اللہ فلا
ارضاہ لنفسی وکانت بیضاء جمیلۃ فیہا
حدۃ وکذلک کرہ اخوہا ذلک فانزل اللہ
عزوجل وما کان لمومن یعنی عبد اللہ بن جحش
ولا مومنۃ یعنی اختہ زینب اذا قضی اللہ
ورسولہ امرا ای اذا اراد اللہ ورسولہ
وہو نکاح زید لزینب ان یکون لہم الخیرۃ
من امرہم (معالم ص ۱۷)

عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم انطلق لیخطب علی فتاہ زید
بن حارثۃ فدخل علی زینب بنت جحش الاسدیۃ
فخطبہا قالت لست بناکحتہ قال بلی فانکحیہ
قالت یا رسول اللہ او امر فی نفسی فبینما ہما
یتحدثان انزل اللہ ہذہ الآیۃ علی رسولہ
قالت قد رضیتہ لی یا رسول اللہ منکحا

غلام تھا۔ حضرت زینب کو زید سے نکاح کرنا
دل سے پسند نہ تھا۔ صرف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں
نے منظور کیا تھا۔

غرض نکاح ہو جانے کے بعد وہ زید کی
قدر (جس کا خاوند مستحق ہوتا ہے)
نہ کرتیں بلکہ اپنی شرافت کے زعم
سے وہ ان کے ساتھ بدگوئی سے
پیش آتیں۔ زید نے تنگ آکر حضرت
کے پاس اُن کی شکایت کی۔ اور
ان کو طلاق دینی چاہی۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت
کی اور یہ بات فرمائی کہ تو طلاق مت
دے اور خدا سے ڈر (یعنی جو طلاق
کو پسند نہیں کرتا) اسوقت خدا
تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو بذریعہ الہام یہ بات بتا دی
تھی۔ کہ یہ طلاق ضرور واقع ہو گی
اور زینب تیرے ہی نکاح میں آ جائے
گی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اس امر کو جانکر بھی بمقتضائے بشریت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قال نعم قالت اذن لا اعصی رسول الله صلی الله علیہ وسلم قد انکحته نفسی اخرجه ابن جریر وابن مردویه وعنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لزینب انی ارید ان ازوجک زید بن حارثة فانی قد رضیته لک قالت یا رسول الله لکنی لا ارضاه لنفسی وانا ایم قومی وبنت عمتک فلم اکن لافعل فنزلت هذه الآیة وما کان لمؤمن یعنی زیدا ولا مؤمنة یعنی زینب اذا قضی الله ورسوله امرا یعنی النکاح فی هذا الموضع ان یکون لهم الخیرة من امرهم یقول لیس لهم الخیرة من امرهم خلاف ما امر الله به قالت قد اطعتک فاصنع ما شئت فزوجها زیدا ودخل علیها اخرجه ابن مردویه + + وکان تزوج زید بزینب قبل الهجرة بنحو ثمان سنین (فتح البیان ص ۶۳ جلد ۳)

یقول للذی انعم الله علیه وانعمت علیه امسک علیک زوجک واتق الله وتخفی فی نفسک ما الله مبدیه وتخشی الناس والله احق ان تخشاه فلما قضی زید منها وطرا زوجناکها لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطرا وکان امر الله مفعولا (احزاب ع ۵) عن انس قال جاء زید یشکو فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یقول اتق الله وامسک علیک زوجک (بخاری ص ۱۱۰۳) یشکو له من اخلاق زینب (قسطلانی ص ۲۴۲ جلد ۱۱) قال زید لرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انی ارید ان افارق

لڑکوں سے بڑے تھے اور یہ اندیشہ کرتے تھے کہ لوگ طعن کریں گے اور یہ کہیں گے کہ پیغمبر منہ بولے بیٹے کی بیوی یعنی بہو کو نکاح کر لیا ہے خدا تعالے نے یہ فرمایا کہ تیرے دل یعنی علم و خیال میں تو وہ بات ہے جس کو ہم ظاہر کرنے والے ہیں۔ یعنی زینب کا مطلقہ ہونا اور تیرے نکاح میں آجانا ہے تو لوگوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحبتی قال مالك رابك منها شيء قال لا والله يا رسول الله ما رأيت منها الا خيرا ولكنها تتعظم علی لشرفها وتؤذيني بلسانها فقال له النبي صلی الله عليه وسلم امسك عليك زوجك واتق الله في امرها ثم طلقها زيد فذلك قوله عز وجل واذ تقول للذي انعم الله عليه بالاسلام وانعمت عليه بالتربية هو الاعتاق وهو زيد بن حارثة امسك عليك زوجك يعني زينب بنت جحش واتق الله فيها ولا تفارقها (الی قوله) والله احق ان تخشاه وروی سفيان بن عيينة عن علي بن زيد بن جدعان قال سألني علي بن الحسين زين العابدين ما تقول في قوله وتخفي في نفسك ما الله مبديه وتخشی الناس والله احق ان تخشاه قلت يقول لما ان جاء زيد الی النبي صلی الله عليه وسلم فقال يا نبي الله اني اريد ان اطلق زينب اعجبه ذلك فقال امسك عليك زوجك واتق الله فقال علي ابن الحسين ليس كذلك بل كان الله تعالی قد اعلمه انها ستكون من ازواجه وان زيدا سيطلقها فلما جاء زيد وقال اني اريد ان اطلقها قال له امسك عليك زوجك فعاتبه الله وقال لم قلت امسك عليك زوجك وقد اعلمتك انها ستكون من ازواجك وهذا هو الاولی والالیق بحال الانبياء وهو مطابق للتلاوة لان الله علم انه يبدي ويظهر ما اخفاه ولم يظهر غير تزويجها منه فقال زوجناكها فلو كان الذي اضمره رسول الله صلی الله عليه وسلم محبتها او ارادة طلاقها لاظهر ذلك لانه لا يجوز ان يخبر انه يظهره ثم يكتمه فلا يظهره

بھی ڈرتا ہے اور حق یہ ہے کہ تو خدا ہی سے ڈرے۔ لوگوں کی کچھ پرواہ نکرو آخر زید نے اس کو طلاق دیدی جسپر یہ قول خداوندی نازل ہوا۔ کہ زید نے اسکو طلاق دیدی ہے۔ تو ہمنے اس کا نکاح تیرے ساتھ کردیا تاکہ اور اہل ایمان کو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے نکاح میں تنگی نہ رہے حضرت زینب کے نکاح کی یہی وجہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فدل على انه انما عوتب على اخفاء ما اعلمه الله انها ستكون زوجة له
وانما اخفاه استحياء ان تقول لزيد ان التي تحتك وفي نكاحك ستكون
زوجتي وهذا قول حسن مرضي (معالم ص ٤١٦-٤١٧) والله احق
ان تخشاه في كل حال وتحاذر منه وتستحييه ولا تامر زيدا بامساك
زوجته بعد ان اعلمك انها تكون زوجتك فعاتبه الله على
هذا قال بعضهم وما ذكروه في تفسير هذه الاية من
وقوع محبتها في قلب النبي صلى الله عليه وسلم وارادته
طلاق زيد لها فيه اعظم الحرج وما لا يليق بمنصبه صلى
الله عليه وسلم وقد اعظم من قاله وقلة معرفته بحق
النبي صلى الله عليه وسلم وبفضله وكيف يقال رآها
فاعجبته وهي بنت عمته ولم يزل يراها منذ ولدت ولا كانت
النساء يحتجبن منه صلى الله عليه وسلم وهو زوجها لزيد
فلا يشك في تنزيه النبي صلى الله عليه وسلم عن ان يامر
زيدا بامساكها وهو يحب تطليقه اياها قال واصح ما في
هذا الباب ما قال علي بن الحسين ان الله قد اعلمه انها ستكون
من ازواجه وان زيدا سيطلقها فلما جاء زيد وقال اني اريد
ان اطلقها قال له امسك عليك زوجك وقد اعلمتك انها
ستكون زوجتك قال الخطيب وهذا هو الاولى والاليق
بحال الانبياء وهو مطابق للتلاوة لان الله تعالى علم انه يبدي
ويظهر ما اخفاه ولم يظهر غير تزويجها منه فقال تعالى زوجناكها
فلو كان الذي اضمره رسول الله صلى الله عليه وسلم محبتها او

جو بیان ہوئی
ہے۔ اس معاملہ
کے متعلق جو
بات آنحضرت
صلی اللہ علیہ و
سلم کے دل میں
تھی وہ یہی تھی
کہ طلاق ضرور
ضرور ہو جائیگی
اور زینب آنحضرت
کے نکاح مین
آئیگی کیونکہ اس
بات کی نسبت
خدا تعالے نے
قرآن مین صاف
فرما دیا ہے کہ
ہم اس بات کو
ظاہر کرنے والے
ہین۔ اور ظاہر
جو ہوا ہے وہ
یہی ہوا کہ زینب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارادۃ طلاقہا لکان یخشی الناس لانہ لایجوز ان یخبر اللہ انہ یظہرہ ثم یکتمہ فلا یظہرہ فدل علی انہ انما عوتب علی اخفاء ما اعلمہ اللہ من انہا ستکون زوجتہ وانما اخفی ذلک استحیاء ان یخبر زیدا ان التی تحتک فی نکاحک ستکون زوجتی قال ابن حجر وھذا القول ھو المنصور المعول علیہ عند الجمہور (فتح البیان ص ۶۲)

کو طلاق ہوئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آگئی اس بیان کے مخالف جو عامہ تفاسیر مین لکھا ہے کہ آنحضرت کی ایک دن اتفاقیہ زینب پر نگاہ پڑی تو آپ کو اسکی شکل پسند آگئی اور آپ کے مونہہ سے اوسکی تعریف نکل گئی زید کو خبر ہوئی تو اوس نے بپاس خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو طلاق دینی چاہی جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو زبان سے تو طلاق دینے سے روکا۔ مگر دل مین آپ کے خیال تہا کہ یہ طلاق دے تو آپ اسکو نکاح مین لا دین یہ محض واہی قصہ ہے اور عقل ونقل دونون سے مخالف ہے عقل سے بایں طور کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب کو ناگہان دیکہنا کچہ معنے نہیں رکہتا وہ آپ کی پہوپہی کی بیٹی تہی۔ اور بچپن سے آپ کے دیکہنے مین آتی تہین آپ ایسے عاشق مزاج حسن پرست ہوتے اور اسکو دیکہہ اسکے جمال پر مفتون ہو جاتے تو پہلے ہی سے اپنے نکاح مین لاتے۔ اپنے غلام کے ساتہہ نکاح کرنے پر فہمائش وتکرار کے ساتہہ اس کو راضی نہ کرتے۔ سو وقت جبکہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح آپ نے زید سے کرا دیا تہا آپ کی عمر بہی پینتالیس سال کی تہی۔ کیونکہ زینب کا نکاح ہجرت سے آٹہہ سال پہلے ہوا تہا۔ پہر کیہ یہ امر بعید از قیاس ومخالف شان نبوت نہیں ہے کہ ابتدا ے شباب سے پینتالیس سال کی عمر تک رات دن کے دیکہنے سے آپ زینب کے حسن پر مفتون نہ ہون۔ اور اٹہاون سال کی عمر کو پہنچکر ایک دن اتفاقیہ دیکہکر اوسپر مفتون ہو جائین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقل سے اس واہی قصہ کے مخالف ہونے کی وجہ بیان ہو چکی ہے - اور نص قرآن سے ثابت کیا گیا ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین چھپی بات سے مراد طلاق زیدکی زینب کا علم ہے - نہ ان کی محبت علاوہ برین اس قصہ کی کوئی سند صحیح نہیں ہے - لہذا بحکم قواعد نقل یہ ہرگز لائق قبول و اعتقاد نہیں ہے ایم اشاعۃ السنۃ میں بالتفصیل ثابت ہو چکا ہے - کہ قول بلا سند لائق قبول نہیں

افسوس ان مفسرین نے ان باتون کو نہ سوچا - اور اس قصہ کو تفاسیر مین نقل کر کے مخالفین اسلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حسن پرستی و تعشق کا الزام و اتہام قائم کرنے کا موقع دیدیا - جس کے جواب مین ہم اور ہم سے پہلے بہت خیرخواہان اسلام کو خامہ فرسائی کرنی پڑی - مگر خدا کا شکر ہے کہ ان ہی مفسرین مین بہت ایسے لوگ بھی ہین - جو اس واہی قصہ کے مخالف ہین اور اس آیت کی تفسیر مین وہی بات کہہ چکے ہین جو ہمنے کہی ہے -

تفسیر معالم التنزیل مین وہ بات حضرت امام زین سے نقل کی ہے - اور تفسیر فتح البیان مین اس کی نقل کے علاوہ اس واہی قصہ پہ بعض عقلی اعتراضات بھی کیے ہین - جو ہمنے وارد کیے ہین ان کتابون کی عبارتین ہمنے حاشیہ مین نقل کر دی ہین -

ہمارے اسلامی خضر جیسے محلینی بھائی (جو بلے علمی یا کم عقلی کے ساتھ ہمارے مشائین پر نکتہ چینی کی ہوس رکھتے ہین) اس قصہ سے انکار کے سبب ہم پر کوئی اعتراض جڑنا چاہین تو پہلے ان کتب کو دیکھ لین - یا کسی اہل علم سے پڑھوا کر سن لین پھر جو کہنا ہو سو کہین -

حضرت جویریہ کے نکاح سے (جو ہجرت کے چھٹے اور نبوت کے انیسوین اور عمر نبوی کے اونسٹھ سال مین ہوا | وفی السنۃ السادسۃ من الھجرۃ اضنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اما جویریۃ بنت الحارث ثابت بن
قیس فتزوجھا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ثم اسلم ابوھا واخوھا۔
(مجمع البحار صفحہ ۳۰۰)

عن عائشۃ ان جویریۃ بنت الحارث
جاءت فقالت یا رسول اللہ انا جویریۃ
بنت الحارث انما کان من امری ما
لا یخفی علیک وانی وقعت فی سہم
ثابت بن قیس وانی کاتبت علی نفسی
فجئتک اسألک فی کتابتی فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فھل لک الی ما ھو خیر منہ قالت وما
ھو یا رسول اللہ قال اؤدی عنک
کتابتک واتزوجک قالت قد فعلت
فتسامع تعنی الناس ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قد تزوج جویریۃ
فارسلوا ما فی ایدیھم من السبی
فاعتقوھم وقالوا اصھار رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فما رأینا امرأۃ کانت اعظم
برکۃ علی قومھا منھا اعتق فی سببھا
مائۃ اھل بیت من بنی المصطلق (ابوداؤد صفحہ ۱۹۲)

تھا) یہی مقصود عاجزوں کی دستگیری اور قیدیوں
کی مخلصی تھی۔ حضرت جویریہ بنی مصطلق
کے قیدیوں میں سے ثابت بن قیس
(صحابی) کے حصہ میں آئیں۔ تو انہوں
نے کچھ مال لیکر آزادی کی دستاویز
انکو لکھدی وہ اس میں مدد لینے کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کے بدلہ مال دیدیا۔ اور ان کو آزاد
فرماکر ان سے نکاح کرلیا۔ یہ نکاح نہ صرف
انکی آزادی کا بلکہ ان کے سوا سو گھر
کے تمام مرد قیدیوں کی آزادی کا سبب
ہوا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ ازواج
مطہرات میں داخل ہوگئی ہیں تو آپ
کی قوم کے سبھی قیدیوں کو جو ان
کے پاس تھے آزاد کردیا اور کہا کہ یہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال
کے رشتہ دار ہوگئے ہیں اپنے اب
ہم ان کو اپنی قید وغلامی میں کیوں کر
رکھ سکتے ہیں) اس نکاح اور اسکی برکت
آزادی کا ایک یہ نتیجہ ہوا۔ کہ آپ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے والد اور دو بھائیون کو شرف اسلام نصیب ہوا۔

یہی مقصود حضرت صفیہ کے نکاح سے تھا (جو ہجرت کی ساتوین اور نبوت کی بیسوین

(تزوج النبی صلعم صفیہ بنت حیی بن اخطب سید بنی النضیر من ولد ھارون بن عمران اخی موسی فھی ابنة نبی وزوجة نبی وکانت من اجمل نساء العلمین (زاد معاد) فی سنة سبع اصاب من سبایا ھی صفیة وکانت عروسا بکنانة۔ (مجمع ص) جاء دحیة فقال یا نبی الله اعطنی جاریة من السبی فقال اذھب فخذ جاریة فاخذ صفیة بنت حیی فجاء رجل الی النبی صلعم فقال یا نبی الله اعطیت دحیة صفیة بنت حیی سیدة قریظة والنضیر لا تصلح الا لك قال ادعوہ بھا فلما نظر الیھا النبی صلعم قال خذ جاریة من [illegible] غیرھا قال فاعتقھا النبی وتزوجھا (صحیح بخاری ح ۵ وغیرھا)

اور عمر نبوی کے ساٹھوین سال تھا) اور ایک سبب اس نکاح کا یہہ بھی ہوا کہ حضرت صفیہ بنی نضیر کے ایک سردار کی بیٹی اور حضرت ہارون حضرت موسے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی کی اولاد سے تھی۔ اور صورت وجمال مین بھی اپنے وقت مین بے مثل اور ان خوبیون وکمالات کے ساتھہ وہ قیدیون مین سے ایک لشکری دحیہ قلبی صحابی کے قبضہ مین پہنچین تو بعض لوگون کو رشک وحسد پیدا ہوا۔ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور معترض ہوئے کہ یا رسول اللہ یہہ بنی بنی نضیر کی سردار ہے۔ اور سوا آپ کے کسی شخص کے لیے مناسب نہین ہے۔ آپنے جب اُس کو دیکھا

وما اخذ [illegible] من دحیة فله وجھان اما ان رد الجاریة [illegible] واما انه اذن له [illegible] جاریة من جواری السبی لا افضلھن فلما رای النبی صلی الله علیه وسلم انه اخذ

اور یہہ یقین ہوا۔ کہ یہ لشکریون مین سے کسی شخص کے پاس نہ رہنے پائین گی۔ اب آپ کے سوا کسی اور کے پاس ہونگی تو دوسرن کے حسد وعناد کی موجب ہونگی۔ تو آپ

© rasailojaraid.com

النفیس واجود من شبا و شرفا فی قومھا وجمالھا استرجعھا لانہا بانت بینھا ورای فی ابقائھا معنز لتمیزہ مثلھا علی الجیش ولنا فیہ لتالکہا معہم رتبتہا ولما یترتب علی ذلک الشقاق فکان اخذہ صلی اللہ علیہ وسلم ابرء للنفس قاطعا لھذہ المفسدۃ (کرمانی)

نے اُن کے بدلے سات لونڈیان قیدیون مین سے اس لشکری کو دین۔ اور حضرت صفیہ کو اپنے قبضہ لاکر آزاد کیا۔ اور انکی درخواست سے ان کے ساتھ نکاح کیا اس نکاح مین ان کا جمال ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطمح خیال نہ تھا۔ یہ ہوتا تو ان کے ہوتے اسی سال پورا عورتون (ام حبیبہ رض و میمونہ رض) سے آپ کا نکاح (جسکا ذکر ذیل مین آتا ہے) ہرگز نہ ہوتا کیونکہ یہ عقلی اور طبعی قاعدہ ہے کہ جس عورت کا جمال و شباب کسی مرد کا مرغوب و معشوق ہوتا ہے۔ وہ اوس کے ہوتے دوسری عورت کا جو جمال اور شباب مین اوس سے کمتر ہو ہرگز طالب و راغب نہین ہوتا۔ پلاؤ کا طالب پلاؤ کے ہوتے جو کی سوکھی روٹی کبھی نہین کہاتا اور جو پلاؤ کے ہوتے جو کی سوکھی روٹی کھائے اسکو پلاؤ کا طالب کوئی نہین سمجھ سکتا۔

حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ کے نکاحون سے (جو اسی نکاح صفیہ کے سال

وفی السنۃ السابعۃ من الھجرۃ تزوج ام حبیبۃ کانت من زوجھا عبید اللہ بن جحش مھاجرۃ فی الحبشۃ فتنصر زوجھا ومات فزوجھا النجاشی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولھا یومئذ بضع وثلاثون سنۃ وفیھا تزوج میمونۃ بنت الحارث بنی بسرون وکانت اخر امراتہ (مجمع ص ۵۲)

ہوئے تھے) بہی عاجز رانڈون کی پرورش اور ان کے اقارب کی تالیف قلوب مدنظر تہی **حضرت ام حبیبہ** نے بڑی مردانہ ہمت کی تہی کہ ابوسفیان کی بیٹی ہوکر اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ وہان اسلام چھوڑکر عیسائی ہوگیا۔ تب بہی حضرت ام حبیبہ

© rasailojaraid.com

ان ام حبیبة كانت تحت عبد الله بن جحش ولدت له ـ وهاجر بها وهما مسلمان الى ارض الحبشة ثم تنصر وثبتت ام حبيبة على اسلامها فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى النجاشى يخطبها عليه فزوجه اياها واصدقها صداقا وذلك سنة سبع من الهجرة وجاء ابو سفيان فى زمن الهدنة فدخل عليها فثنت فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى لا يجلس عليه

(زاد المعاد ص۲۹)

مذہب اسلام پر قائم رہین - اس بیکسی و ناچارگی کی حالت مین وہان انکا مربی کون تہا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال سنکر شاہ حبشہ (نجاشی) کیطرف اوس کے نکاح کا پیغام بہیجا - نجاشی نے بہی ان کے حال پر ترس کہا یا اور اپنی پاس سے چار ہزار درم مہر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا - اور ایک صحابی شرحبیل بن حسنہ نامی کے ساتہہ ان کو روانہ مدینہ کیا - یہ نکاح ام حبیبہ کے باپ ابوسفیان کے (جو اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تہا) انس اور میل جول کا موجب ہوا چنانچہ ایک دفعہ وہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مدینہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ پر بہی پہنچا - اور اوسنے ام حبیبہ کے دل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت و تعظیم کا یہ اثر دیکہا کہ - کہ اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت فرش پر اوسکو بیٹہنے ندیا - اس نکاح اور اسکی تاثیرات کا اثر تو یہ تہا کہ ابوسفیان اسیدم مسلمان ہو جاتا مگر بعض موانع وحجب کے سبب فتح مکہ سے پہلے وہ اثر ظاہر ہوا -

حضرت میمونہ کے نکاح سے بیوہ پروری کے علاوہ ایک عجیب و لطیف رحیمانہ

قال موسى بن عقبة ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فى العام المقبل من عام

پولیٹیکل پالیسی مد نظر تہی - **حضرت** میمونہ مکہ والے مخالفون اور آنحضرت صلی اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحدیبیہ معتمرا فی ذی القعدۃ سنۃ سبع + + + + وبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعفر بن ابی طالب بین یدیہ الی میمونۃ بنت الحارث بن حزن العامریۃ فخطبھا الیہ فجعلت امرھا الی العباس بن عبد المطلب وکانت اختھا ام الفضل تحتہ فزوجھا العباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم + + × × فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ ثلثا فلما اصبح یوم الرابع اتاہ سھیل بن عمرو وحویطب بن عبد العزی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مجلس الانصار یتحدث مع سعد بن عبادۃ فصاح حویطب نناشدک اللہ والعقد لما خرجت من ارضنا فقد مضت الثلث فقال سعد بن عبادۃ کذبت لا ام لک لیست بارضک ولا ارض ابائک واللہ لا یخرج ثم نادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حویطبا او سھیلا فقال انی قد نکحت منکم امراۃ

علیہ وسلم کے جانی دشمنوں کی اولاد سے تھین انکی ہمشیرہ ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے ساتوین سال عمرۃ القضا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ مین پہنچے تو آپ نے حضرت جعفر کی وساطت سے میمونہ کو نکاح کا پیام بہیجا۔ انہون نے اپنا اختیار حضرت عباس کو دیدیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالے عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکا نکاح کر دیا۔ جب آنحضرت عمرہ سے فارغ ہوئے اور تین روز مدت قیام مکہ کے (جنکے بعد مکہ سے نکل جانے کا کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ کی صلح مین وعدہ لے لیا تھا) گذر گئے تو کفار مکہ اخراج کے خواہان ہوئے اور حویطب اور سہیل حضرت میمونہ کے رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بولے ہم آپ کو عہد یاد دلا کر کہتے ہین کہ آپ مکہ سے نکل جائین۔ اب تین دن عہد کے گذر گئے ہین۔ حضرت سعد بن عبادہ نے حمیت حق کے جوش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نمایخرج کے ان امکث حتی ادخل
بها ونصنع الطعام فنأكل وتأكلون
معنا فقالوا انا نشدك الله والعقد
الا خرجت عنا فامر رسول الله صلى
الله عليه وسلم ابا رافع فاذن بالرحيل
وركب رسول الله صلى الله عليه وسلم
حتى نزل بطن سرف فاقام بها و
خلف ابا رافع ليحمل ميمونة اليه
حين يمسي فاقام حتى قدمت ميمونة
ومن معها وقد لقوا اذى وعناء
من سفهاء المشركين وصبيانهم
فبنى بها بسرف ثم ادلج وسار حتى
حتى قدم المدينة وقدر الله ان
يكون قبر ميمونة بسرف حيث بنى
بها ۔ (زاد المعاد صـ ۳۲۰)

وفي السنة الثامنة من الهجرة اسلم
عمرو بن العاص وخالد بن الوليد و
عثمان بن طلحة قدموا المدينة في
صفر ۔ مجمع البحار صـ ۳ ج ۵

میں اگر سخت الفاظ سے جواب دیا۔ مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفق و
حکمت اور پولیٹیکل مصلحت کا بھرا ہوا
یہ کلمہ فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم میں سے
ایک عورت سے یہاں نکاح کیا ہے۔ میرا
اس سے زفاف چاہتا ہوں اور اس کے
بعد کھانا پکواؤں گا جس کو ہم بھی کھائینگے
اور آپ لوگ بھی کھائیں (آپ کے اس
کلمہ طیبہ حکیمہ رفیقہ پر ہماری ہزار جان نثار
ہو) ہر چند یہ اس کلام معجز نظام اور اس
پالیسی پولیٹیکل مصلحت کی بھری ہوئی نے
اسوقت ان لوگوں پر انکی نااہلیت محل
کے سبب اثر نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اسوقت مکہ مکرمہ سے کوچ
کیا۔ اور مقام سرف (جو مکہ کے قریب ہے)
میں جاکر اس رسم کو پورا کیا۔ مگر وہی
مہینے کے بعد اس پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا
کہ حضرت خالد بن ولید* وعمرو بن عاص و
عثمان بن طلحہ جیسے اعیان اہل مکہ نے
بخوشی خاطر مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول فرمایا ان حالات اور واقعات کا اگر لحاظ
کرنے سے ہر ایک منصف مزاج کو یقین ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

* خالد بن الولید حضرت میمونہ کے بھانجے تھے انکی والدہ میمونہ کی ہمشیرہ لبابہ بنت الحارث تھی ہدیٰ النبوۃ صفحہ ۲۱

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے بیوہ نکاح بیوہ عورتون کی پرورش اور یتیمون کی تربیت اور جان نثار دوستون سے مواساۃ اور مخالفون کی تالیف اور مدارات کی نظر سے ہوئے تھے۔

ومعہذا* ان اغراض وشروط کے لحاظ سے (جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مقصود اور اس مین ملحوظ ہوتے ہین) بھی آپ قاصر نہین رہے ‡ **اولاد** خصوصاً نرینہ جسکو پہلے انبیا نے بھی چاہا ہے۔ اور ہر ایک انسان بالطبع اسکی خواہش رکھتا ہی (ان نکاحون سے آپ کو مطلوب تھی اور نکاح کی **شرط** استطاعت وعدل بھی آپ مین بوجہ اتم پائی جاتی تھی۔

حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد چار لڑکیان۔ زینب[۱]۔ رقیہ[۲]۔ ام کلثوم[۳] اور سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا[۴] ہوئین۔ اور چار بیٹے قاسم[۱]۔ طیب[۲]۔ وطاہر[۳] اور عبداللہ[۴] رضی اللہ عنہم اجمعین۔) بعض علما کہتے ہین

ولدت ای خدیجۃ) لہ زینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ والقاسم والطاھر والطیب وعبد اللہ

* اس بیان سے اس اعتراض مخالفین کا جواب مدنظر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحون کی جو غرضین بیان ہوئی ہین (جیسے یتیم پروری یا مواساۃ احباب ومدارات اعدا) نکاح سے یہی غرضین مقصود نہین ہوتین۔ اغراض نکاح تو اور ہی ہین جنکا بیان تمہاری کلام مین ہو چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نکاحون سے صرف یتیم یا بیوہ پروری اور دوست یا دشمن نوازی منظور تھی تو یہ یون بھی ہو سکتی تھی کہ ان لوگون کی تنخواہ مقرر کر دیتے یا اور سبیل سے احسان کرتے ان عورتون کو نکاح مین کیون پھنسا لیا اگر اتنا ہی مقصود تھا۔

‡ حضرت زکریا نے اپنے لیے خدا سے فرزند نرینہ کی دعا کی تھی (دیکھو لوقا کی انجیل باب (۱) آیت ۱۳ وغیرہ) جان ڈیونپورٹ صاحب (جو عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصنف ہے) آنحضرت کے متعدد نکاحون کی یہی غرض (طلب اولاد) قرار دیتے ہیں چنانچہ اپنی کتاب عذر آنحضرت محمد و قرآن مین کہا ہے۔ (باقی صفحہ ۲۰۱)

© rasailojaraid.com

وهل هؤلاء في الجاهلية وادرك الاناث الاسلام فاسلمن وهاجرن وقيل الطيب والطاهر لقبان لعبد الله ولد في الاسلام واول من مات القاسم ابن ستين او سنة ثم مات عبد الله بمكة بعد النبوة بسنة

(مجمع البحار صـ ۵۲۶)

ہے کہ طیب وطاہر عبد اللہ ہی کے لقب تھے۔ اور لڑکے صرف دو تھے۔ مگر ان میں نرینہ اولاد تھے خود حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کی حیات میں فوت ہوگئے صرف لڑکیاں رہیں سو بھی بجز ایک سیدۃ النساء کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوگئیں۔

اس اولاد کے پیدا ہونے اور پھر فوت ہو جانے سے آنحضرت کو اپنا امتحان بھی ہو گیا کہ آپ کے وجود باجود سے اولاد کی امید ہے۔ اور متعدد نکاحوں کی ضرورت کا جب تک کہ اولاد نرینہ نہ ہو ثبوت بھی نکل آیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسقدر نکاح ہوئے وہ ہجرت کے ساتویں سال تک ہوئے۔ ہجرت کے آٹھویں سال

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آپ پچیس ۲۵ برس کی عمر میں پچاس برس تک ایک ہی بی بی پر قانع رہے۔ اور جب انہوں نے تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اسوقت تک ان کے ہاں کوئی بیٹا نہ پیدا ہوا تھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک شہوت پرست جو ایسے ملک کا باشندہ ہو جہاں ایک سے زیادہ نکاح کرنے جائز ہوں۔ اور وہ شخص پچیس برس تک صرف ایک بی بی پر قانع رہے غالب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی آخر عمر کے تیرہ سال کے عرصہ میں بہت نکاح کیے وہ صرف فرزند کی امید میں کیے ہونگے" جان ڈیونپورٹ کی اس کتاب کے دو ترجمہ اردو زبان میں شائع ہوئے ہیں ایک مؤید الاسلام۔ دوسرا مظاہر الحق یہ عبارت مؤید الاسلام سے نقل کی گئی ہے مگر دوسرے ترجمہ کی عبارت علاوہ اور سلیس

© rasailojaraid.com

کے اخیر مہینے ذی الحجہ مین آپ کے ایک# حرم محترم سے فرزند دلبند ابراہیم نامی پیدا ہوا تو پھر آپ نے کوئی نکاح# نہین کیا۔ ہجرت کے دسوین سال صاحبزادہ ابراہیم کا بھی انتقال ہوا۔ اسوقت اگرچہ دوسرے نکاح کرنے کا سبب پھر پیدا ہو گیا تھا۔ مگر اس سال آپ کو خدا کی طرف سے یہ علم بھی ہو گیا تھا کہ سال آئندہ کو آپ کا اپنے آپ کیطرف کوچ ہے رچنانچہ معاذ بن جبل کو آپ نے بتا دیا تھا۔ اور اس کے مطابق ہجرت کی گیارہوین سال کے تیسرے مہینے کی بارہوین تاریخ پیر کے دن کو آپ کا اس جہان فانی سے دار جاودانی کیطرف انتقال ہوا۔

وفی الثانیة فی ذی الحجة ولد ابراهیم رضی الله عنه ابنه
واعطی مبشره عبدا (مجمع البحار صـ ۵۳۲) وابراهیم ولدت
سنة ثمان من الهجرة ومات وله سنة وعشرة اشهر (مجمع صـ ۲۸م)
مات ابراهیم بالمدینة فی السنة العاشرة من الهجرة کما علیه
جمهور اهل السیر وفی ربیع الاول او فی رمضان (قسطلانی صـ ۲۹۶ ج ۳)
قلت موته فی رمضان هو الصحیح یدل علیه ما مر عن المجمع آنفا
مات وله سنة وعشرة اشهر (ایڈیٹر) فی العاشرة من الهجرة
بعث معاذا الی الیمن وحضر موته وخرج یمشی معه وهو راکب
فقال یا معاذ انك عسی ان لا تلقانی بعد عامی فبکی معاذ
(مجمع البحار صـ ۵۲۲)

اسوجہ سے غالباً آپنے دوسر نکاح نہین کیا یا اسکا سبب کوئی اور ہو گا۔
آپکے عدل کا یہ حال تھا کہ سبھی ازواج کے نان و نفقہ مین مساوات مرعی رکھتے دن

؎ وہ ماریہ قبطیہ ہے جو اسکندریہ کے بادشاہ جریج بن مینا آپکے لیے بطور تحفہ بھیجے تھے۔ انکو اپنے حرمون مین داخل کیا نہ ازواج مین۔

بعض روایات مین جو آیا ہے کہ آٹھوین سال اپنی فاطمہ کلبیہ اور ملیکہ کندیہ جونیہ سے نکاح کیا ہے یہ صحیح نہین ہے حافظ ابن القیم نے زاد المعاد مین کہا ہے کہ "آپنے کلبیہ اور جونیہ سے نکاح کرنا چاہا تھا مگر نہ کیا" اور اگر بالفرض وہ نکاح ہوئے تھے تو اس سال کے بارہوین مہینے (ذی الحجہ) سے کہ جس مین صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے تھے) پہلے کیے ہونگے۔

© rasailojaraid.com

عن ابن عباس قال قبض رسول الله صلعم عن تسع نسوة يقسم منهن لثمان۔ متفق عليه۔ وعن عائشة ان سودة لما كبرت قالت يا رسول الله قد جعلت يومي منك لعائشة فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم لعائشة يومين يومها ويوم سودة۔ متفق عليه (مشکوٰة صـ۲۷۸) وعنها ان النبي صلى الله عليه وسلم اذا خرج اقرع بين نسائه (بخاری صـ۷۸۴) وعن انس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدور على نسائه في الساعة الواحدة من الليل والنهار وهن احدى عشرة قال قلت لانس اوكان يطيقه قال كنا نتحدث انه اعطى قوة ثلاثين۔ (بخاری صـ۴۱) وفي صحيح الاسمعيلي قوة اربعين (توشیح حاشیہ بخاری)

اور راتوں کی تقسیم میں بھی برابری کرتے تھے۔ سفر میں بھی اس مساوات کا لحاظ رکھتے۔ اس موقع پر قرعہ اندازی کرتے۔ اپنی خواہش سے کسی اہلیت کو ساتھ لے جانا اختیار نہ فرماتے۔ خاص فعل میں (جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مطلوب ہوتا ہے) بھی کسی کی حق تلفی نہ کرتے۔

آپ کی **قوت** یہ عالم تھا کہ اس پیرانہ سالی میں ایک ہی ساعت میں رات یا دن کے سبھی ازواج سے ہم بستر ہوتے۔ آپ کے صحابی جو آپ کی عادت سے واقف تھے یہ کہا کرتے کہ آپ میں تیس مردوں کی قوت ہے۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ چالیس کی ہے۔

اسباب میں اور بھی اقوال ہیں جو اس قوت کی اور بھی وسعت ظاہر کرتے ہیں مگر ہم اپنے مخاطبین مخالفین اسلام کو ان اقوال کے فہم معنی اور سمجھنے سے قاصر پاتے ہیں لہذا ان اقوال کی نقل و بیان سے قلم کی جرأت نہیں کر سکتی۔

جسقدر ہمنے بیان کیا ہے۔ اسپر ہی ہمارے مخاطبین اہل کتاب کو تعجب و اعتراض ہو تو اپنی کتب مذہب کو نظر انصاف سے دیکھیں۔ ان میں حضرت داؤد⁑ و حضرت سلیمان

⁑ حضرت داؤد کی ایک بیوی طالوت کی بیٹی تھی۔ اسکا ذکر کتاب اول سموئیل باب ۱۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حال دیکھکر بتائین کہ ان مین کسقدر قوت تہی۔ اور ان کے ازواج اور حرمون کی کثرت کس حد کو پہنچ گئی تہی۔ پہر انکے مقابلہ مین ہمارے حضرت کی قوت۔ اور ان کے حرف تونک کثرت کیون انکے تعجب و اعتراض کا محل ہے اسپر شاید کسیکو یہ اعتراض پیدا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین اسقدر قوت تہی تو وہ عالم شباب سے لیکر پچاس برس کی عمر تک کہان پوشیدہ رہی اور حضرت خدیجہ کے ہوتے وہ کیون ظہور مین نہ آئی اسکا جواب یہ ہے کہ اسوقت آپ نے قناعت اختیار فرمائی اور حضرت مسیح علیہ السلام سے

آیتہ ۲۴ مین ہے) اس کے ہوتے داود رہو گئین جنکا ذکر اسی کتاب کے باب ۲۵ آیتہ ۴۴ مین ہے۔ پہر ان تین کے ہوتے چار عورتین اور نکاح مین آئین جنکا ذکر کتاب دوم سموئیل باب ۳ آیتہ دو سے ۶ تک ہے) پہر ان چھ کے ہوتے اور بہت سی عورتین اور حرمون کو نکاح مین لائے۔ جنکا ذکر (دوم سموئیل باب ۵ آیتہ ۱۳ مین ہے۔

حضرت سلیمان کی سات سو بیویان تہین اور تین سو حرم (دیکہو اول سلاطین باب ۱۱۔ آیتہ ۳ حضرت سلیمان کی نسبت عیسائی اگر یہ کہین کہ وہ نبی نہ تہے۔ یا یہ کہ ان کا یہ فعل خداوند تعالی کو پسند نہین آیا۔ تو اسکا ایک جواب یہ ہے کہ اول سلاطین کے باب ۱۱۔ آیتہ ۱۱ مین حضرت سلیمان پر کلام خدا کا نازل ہونا بیان ہوا ہے جو نبوت کی دلیل ہے۔ دوسرا یہ کہ اس مقام مین جہان حضرت سلیمان کی کثرت ازواج کا ذکر ہے اس کثرت کا ناپسند ہونا مذکور نہین بلکہ اس قسم کی عورتون کا ناپسند ہونا جنکو حضرت سلیمان نے پسند کیا تہا۔

قطع نظر اس سے ہمکو اس مقام مین حضرت سلیمان کے فعل سے بحث نہین بحث صرف یہ ہے کہ ان مین اسقدر قوت تہی جسکو وہ اسقدر ازواج مین صرف کرتے تہے ایسا ہی آنحضرت صلعم کو سمجہنا چاہیے جنکے فعل کا استحسان بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ انبیا مین یہ قوت بطور خرق عادت پائی گئی ہے جسکا عقلی سر ہم اس خوف سے بیان نہین کرتے کہ مخاطبین کے عقول م

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو باوصف قوت رجولیت ہمیشہ مجرد رہی تھی (فی الجملہ مشابہت ثابت کی

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے ان برکات وحسنات کیطرف جو اس مردانہ قوت کے نتائج ہین توجہ فرمائی اور حضرت داؤد علیہ السلام سے مشابہت ظاہر کی۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوصاف انبیا سابقین کے جامع تہے اور اس مصرع کے مصداق تہے ع آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اس لیے آپ سے مختلف اوقات مین مختلف صفات انبیا کا ظہور ہوا جسکا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا جو پہلے انبیا کے اوصاف خاصہ سے ظاہر نہ ہوا تہا آپ کی وصف مشابہہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ ثابت کیا کہ اخیر عمر مین جو آپ سے کثرت ازدواج وقوع مین آئے اسمین نفس پروری یا شہوت پرستی کا دخل نہ تہا۔ ہوتا تو اسکا ظہور عالم شباب مین ہوتا۔ اور آپ کی وصف مشابہ حضرت داود سے یہ ثابت ہوا کہ جو قلت اور وحدت نکاح آپ سے اوائل عمر مین ہوئی اسمین عجز و درماندگی کا دخل نہ تہا۔ ایسا ہوتا تو پیرانہ سالی مین اسکا خلاف ظہور مین نہ آتا۔

آپ بالکل مجرد رہتے تو آپ کے دشمن اس وصف کمال کو نامردی پر حمل کرتے صرف ایک پر اکتفا کرتے تو کم طاقتی اور سترلی اور بے نامردی کا مصداق خیال کرتے شروع شباب ہی سے آپ اپنی قوت کو پورے طور پر کام مین لاتے تو آپ کے دشمن آپ پر نفس پروری کا الزام قائم کرتے خدا تعالے نے ان دو متضاد وصفون کے اظہار نتیجہ سے آپ کو دونو الزامون سے بری کیا۔

بالجملہ آپ کے متعدد نکاح جو اخیر عمر مین ہوے تہے نفسانی اغراض پر مبنی نہ تہے اور ان اغراض سے بہی خالی نہ تہے جو نکاح سے خصوصیت کے ساتہہ مدنظر ہوتے ہین و معہذا ان نکاحون کے اعلی مقاصد روحانی اغراض تہے۔ اور آپ بوجہ سی حکم تحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے جو اسکے لیے ہے مستثنیٰ تھے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ایک جماعت سلف کا خیال و مقال ہے یہ حکم سوم کا تتمہ ہے۔ اب بقیہ احکام نکاح کو بیان کیا جاتا ہے۔

چوتھا حکم

عورتوں کے حقوق معاشرت مردوں کے ذمہ و ایسے ہی ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر دستور کے موافق اُن میں ان میں صرف رتبہ کا فرق ہے کہ مرد اُنکی افسر ہیں اور وہ ماتحت + + + یہ حکم ایک آیتہ قرآنی کا ٹھیک ترجمہ ہے جسکو حاشیہ میں نقل کیا گیا ہے۔

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة (بقرہ ع ۲۹)

اور اس رتبہ (افسری و ماتحتی) کے وجوہات ایک اور آیتہ میں بیان ہوئے ہیں جسکا مضمون یہ ہے کہ مرد عورتوں کے حاکم یا افسر ہیں (ایک تو اسلیے) کہ خدا تعالیٰ نے ایک گروہ (مردوں) کو دوسرے گروہ (عورتوں) پر قدرتی قوتوں و صفات میں غلبہ دیا ہے دوسری وجہ یہ کہ وہ مال خرچ کرتے ہیں لہذا نیک عورتیں وہی ہیں جو خاوندوں کے حکم بردار ہوں اور انکی پیٹھ پیچھے (انکی مال ابرو وغیرہ امور کی جو انکے سپرد ہوں) حفاظت کریں۔ اس احسان کے بدلے کہ خدا انکی حفاظت کرتا ہے (یعنے ان کے خاوندوں سے کراتا ہے)۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا فالصلحت قانتات حافظات للغیب بما حفظ الله (سورہ نساء ع ۷)

اس آیت میں قدرتی افسری کی دو وجہ بیان ہوئی ہیں پہلی وجہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ بعض صفات (خوبصورتی، نازک اندامی، بعض امور خانہ داری، تربیت اولاد وغیرہ) میں عورتوں کو مردوں پر غلبہ ہے۔ مگر اکثر اوصاف میں جسکو قوت عقلیہ اور عملیہ سے تعلق ہے اور وہ تمدن و خانہ داری سے پورا تعلق رکھتی ہیں۔ مردوں کو عورتوں پر غلبہ ہے۔ مختلف ممالک اور مختلف ازمنہ کے حالات دیکھنے سننے سے یقینی تجربہ ہو چکا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ مرد عموماً عورتوں کی نسبت عقل میں زیادہ ہوتے ہیں علوم و صنائع کی کمالات میں۔ فائق مشقت و قوت۔ اور شجاعت کے کاموں میں ان سے برتر۔

جو لوگ اسوقت کے بعض تعلیم یافتہ یورپین لیڈیوں کو مردوں کے مساوی یا ان سے بڑھکر سمجھتے ہیں۔ وہ ان کا مقابلہ یا موازنہ کرنے میں دو غلطیاں کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان عورتوں کا مقابلہ اپنے ملک کے نالائق مردوں سے کرتے ہیں۔ ان لیڈیوں کے ہم وطن و ہم جنس مردوں سے نہیں کرتے **دوسری غلطی** یہ کہ صرف ان کے موجودہ صفات (تعلیم وغیرہ) کو جو قوت عقلیہ کے متعلق ہیں پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کے مفقودہ صفات (تہور۔ شجاعت وغیرہ) کو جو قوت عملیہ اور جسمانی طاقت کے متعلق ہیں خیال میں نہیں لاتے۔ اور اگر وہ ان کا مقابلہ ان ہی کے ہموطن مردوں سے کریں۔ اور ان مردانہ صفات کو جو ان میں مفقود ہیں پیش نظر رکھیں تو انکو ہرگز مردوں کے مساوی قرار نہ دیں

امریکہ کی تعلیم یافتہ عورتوں کا یہ حال سنکر کہ "وہان کے سرکاری خزانہ کے دفتروں کتب خانوں۔ تجارت گاہوں وغیرہ میں وہ مردوں کی جگہہ کام کرتی ہیں"۔ وہ لوگ بہت دہوکہ کہاتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ ان حالات کے ساتھہ بھی وہ وہان کے مردوں کے مساوی نہیں ہیں۔ اور نہ آیندہ مساوی ہو سکیں گی۔

عورتوں میں مردوں کی نسبت قدرتی جسمانی کمزوری و معذوری ایسی ہے کہ وہ انکو مردوں کے مساوی کبھی نہ ہونے دیگی چہ جائیکہ وہ ان سے فائق ہو سکیں۔

کیا عورت جسکو حمل و رضاعت (دودہ پلانے) کی حالت لازمی ہے کمر کس کر بندوق اٹہائیگی یا توپ [illegible] میں انکی برابری کرے گی۔ یا تلوار کے میدان میں سینہ سپر ہوگی یا کسی غنیم کے حملہ کے وقت اپنے گھر والوں یا قوم کی محافظت کیلئے گہر سے باہر نکل سکیگی۔ یا وہ حیض و نفاس کی حالت میں جو اسکے لیے نادر الوقوع نہیں ہے۔ دینی خدمت[*] امامت وغیرہ

[*] اس نظر سے اسلام میں عورت کی امامت صحیح نہیں اور عیسائیوں میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ عورت خادم الدین ہو سکتی ہے یا نہیں ایکدفعہ امریکہ میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو پادریوں نے علیہ اسکے یہ امر ناجائز قرار دیا گیا۔

© rasailojaraid.com

اور کر سکیں گی

اور یہ جملہ امور مردوں سے وقوع میں آتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی۔ بچوں اور قوم کی محافظت و حمایت کے لیے سینہ سپر ہوتے ہیں۔ ان کی جان و آبرو بچانے کو اپنی جان توپ و تلوار سے آگے کرتے ہیں وعلی ہذا القیاس۔

دوسری وجہ کی تفصیل محتاج بیان نہیں ہے۔ کس ملک اور کس زمانہ اور کس قوم کا آدمی یہ علم نہیں رکھتا کہ شادی کے وقت سے وقت فرق تک (طلاق سے ہو خواہ موت سے) مال خرچ کرنے کا متحمل مرد ہی ہوتا ہے۔ عورتیں عموماً نہ تو اپنے خرچ کی کفیل ہوتی ہیں نہ اپنے خاوند کے خرچ کی۔ باوجودیکہ نکاح کے فوائد و نتائج (انس۔ لذت۔ اولاد۔ کثرت انصار و احباب وغیرہ) سے دونوں بالاشتراک نفع اٹھاتے ہیں۔ بلکہ بعض فوائد سے (جیسے چھوٹے بچوں کا ہر وقت دیکھنا) عورتیں زیادہ متمتع ہوتی ہیں۔

ان دو وجہ سے قرآن کا یہ دعوے کہ مردوں کو عورتوں پر افسری کا رتبہ ہے بخوبی ثابت ہے۔

اب ہم ان حقوق معاشرت کی بطور تمثیل کسی قدر تفصیل کرتے ہیں جن میں اسلام نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق عطا کیے ہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ اس افسری و ماتحتی کے ساتھ عورتوں کا کوئی حق جو قدرت نے انکو عطا کیا ہے تلف نہیں ہوا۔ بلکہ قدرتی حقوق نسوان کا کہیں استحکام عمل میں آیا ہے۔

مردوں کا عورتوں پر اصلی حق (جسکا ادا کرنا عورتوں کا لازمی فرض ہے) یہ ہے کہ وہ اس کام میں جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مطلوب ہوتا ہے ہر وقت انکی فرمانبردار رہیں جب وہ اس کام کے لیے انکو بلاویں تو اس سے حتے الوسع انکار کریں۔ دوسرا اسلام کردہ یہ بھی حق ہے کہ وہ خاوند کو حق سمجھیں دوسرے کو اس حق میں شریک نہ کریں اور نہ اسکو ذرائع و وسائل (خلوت، مصاحبت، بے تکلفی)

© rasailojaraid.com

ملامست بلا ہمراہی محرم مسافرت وغیرہ) مین انکو شریک بنادین - الغرض اس فرض کو پورا کرنیکی غرض سے وہ خاوندکے گہر مین ہمیشہ حاضر رہین کبہی بلا اجازت خاوند غیر حاضر نہ ہون اوسکے بدلے اور اسکی مثل عورتونکا حق مردون پر یہ ہے کہ وہ بہی ان کی خاص ضرورت کو (جو نکاح سے مطلوب ہوتی ہے) اور باقی سبہی خانگی ضرورتون کو (جو کہانے پینے - پہننے - رہنے کے متعلق ہون) پورا کرین ان ضروریات کے علاوہ مالی احسان سے بہی انکا اعزاز و اکرام کرین (جو شرعاً ادای مہر کہلاتا ہے)

مردون کا عورتون پر دوسرا حق (جسکا ایفا عورتون کا اختیاری فرض ہے) یہ ہے - کہ وہ ان کے مال و اولاد کی محافظت کرین ان کے کہانے پینے پہننے کی ضروریات مین انکو مدد دین اسکے بدلے اور اسکی مثل عورتون کا حق مردون پر یہ ہے کہ وہ قدر وجوب فصل سابق کے علاوہ بہی انپر مالی احسان کرین اور جو کچہ خود کہائین ان کو کہلائین جو کچہ خود پہنین انکو پہنائین اور سان کے مفوضہ کامون مین زر سے یا ذات سے (جسکے وہ لائق ہون) انکو مدد دین -

مردونکا عورتونپر تیسرا حق یہ ہے کہ وہ انکو اپنا افسر و حاکم سمجہکر ہمیشہ انکا ادب* و تعظیم ملحوظ رکہین کبہی گستاخانہ فعل یا قول سے انکا مقابلہ نہ کرین - اور نہ انکی اطاعت سے خارج ہون ادب و تعظیم تو انکا دائمی فرض ہے اور بہر حال لازمی - اطاعت بہی پہلے فرض کے ادا کرنے مین لازمی ہے مگر دوسرے فرض کے ادا کرنے مین اسوقت

---

* عورت کو مرد کا ادب و اطاعت اور عورت کو خاوند سے محبت کرنے کا حکم عیسائی مذہب مین بہی ہے، افسیون کے نام پولیس کے خط باب ۵ مین ہے، اے عورتو اپنے شوہرون کی ایسی فرمانبردار رہو جیسے خداوند کی ۲۲ جیسے کلیسا مسیح کی فرمانبردار ہے ویسے ہی چاہیے عورتین ہر بات مین اپنے شوہرون کی ہووین ۲۴ یونہی مردونپر لازم ہے کہ اپنے جورون کو ایسا پیار کرین جیسے اپنے بدن کو ۲۸ عورت اپنے شوہر کا ادب کرے ۳۳ اسی حکم کے موجب اسوقت کے مہذب لندن اور بلند عیسائی نکاح دیتے وقت عورت سے فرمانبرداری شوہر کا اقرار کراتے ہین گو اسکی تعمیل نہین ہوتی - یا کم ہوتی ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ لازمی ہے جبتک وہ اس فرض کی متعہد و ذمہ دار بنی رہین اس فرض کے متعہد ہو وہ باد ب معافی چاہکر سبکدوش ہوجایئن تو پھر اس مین اطاعت اختیاری ہوجاتی ہے۔

اس کے مقابلہ مین اور اس کی مثل عورتون کا مردون پر یہ حق ہے کہ وہ ان سے محبت وخوش خلقی سے پیش آوین اور ان پر ایسے جابرانہ احکام نہ لگاوین جو دستور کے موافق نہ ہون۔ اور ان کی حیثیت اور طاقت سے باہر ہون۔ اور ان کی خفیف تقصیرات اور نافرمانیون سے چشم پوشی کرین۔ کوئی ایسی ہی سخت نافرمانی اور بدزبانی دیکھین۔ تو اسپر بھی ان کو غلامون کی طرح نہ مارین۔ اور نہ یکایک طلاق دے دین۔ بلکہ اس حکمت اور ترتیب سے ان کی تادیب کرین کہ پہلے ان کو زبانی فہمایش کرین اس سے وہ مطیع نہ ہون تو ان کو ہم بستری سے محروم کرین۔ اس سے بھی وہ منفعل نہ ہون تو خفیف سا مارین (جس مین موںہہ پر ضرب نہ آوے) اس سے بھی ان کی اصلاح نہ ہو اور ان دونو مین ان بن رہے۔ تو اس امر کی تحقیق کے لئے کہ ان دونون مین قصوروار کون شخص ہے۔ ایک کمیشن قایم کیا جائے۔ جس مین مرد اور عورت دونون کے رشتہ دارون مین سے ایک ایک منصف منتخب ہو۔ اور وہ منصف جس شخص کو قصوروار اور اپنی فرض کے ادا کرنے مین گنہگار سمجھ اس کو معقول اور اس فرض کے ادا کرنے پر مجبور کرین۔ اور ان مین مصالحت وموافقت کر دین۔ اور اگر وہ مصالحت کی کوئی صورت نہ پاوین اور ان مین جدائی کرانے کو ہی پسند کرین۔ تو جدائی کرا دین۔ عورت کا قصور ثابت ہو تو اس سے خاوند کو مہر وغیرہ مال واپس دلائین۔ مرد قصوروار ہو تو بلا واپسی مہر طلاق دلائین۔

اسی قسم کے اور حقوق ہین جن مین مرد وعورت مین مساوات قائم کی گئی ہے اور ان حقوق کے مطالبہ کا فریقین کو مساوی حق دیا گیا ہے۔ چنانچہ آیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور احادیث ذیل مین ہمارے اس دعویٰ کا کافی ثبوت موجود ہے۔

(۱) آیۂ سابق الذکر (جس مین مردون کی افسری بیان ہوئی ہے اور عورتون کی محکومی کے

واللتی تخافون نشوزهن فعظوهن و
اهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان
اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا
ان الله کان علیا کبیرا - وان خفتم
شقاق بینهما فابعثوا حکما
من اهله وحکما من اهلها ان یریدا
اصلاحا یوفق الله بینهما ان الله
کان علیما خبیرا (نساء ۶)
اما الوعظ فانه یقول لها اتقی الله
فان اصرت علی ذلك النشوز فعند
ذلك یهجرها فی المضجع ثم عند هذه
الهجرة ان بقیت علی النشوز ضربها
ومنهم من قال ینبغی ان یکون الضرب
بمندیل ملفوف او بیده ولا یضربها
بالسیاط ولا بالعصاء وبالجملة فالتخفیف
مراعی فی هذا الباب علی ابلغ الوجوه
ولما ذکر عند نشوز المرأة ان الزوج
یعظها ثم یهجرها ثم یضربها بین انه
لم یبق بعد الضرب الا المحاکمة الی من

متصل ہی ارشاد ہوا ہے۔ جن عورتون سے تمکو یہہ خوف ہو کہ وہ تمہارے حکم سے (خاص کام کے متعلق ہو خواہ اور امور معروف کے) سر اٹھاتی ہیں۔ ان کو (پہلے زبانی سمجھاؤ پھر) سونے مین جدا کرو۔ وہ تمہارا حکم مان لین تو ان پر کوئی اور راہ نہ نکالو خدا سب سے اوپر اور بڑا ہے (لوگو) اگر تمکو یہہ ڈر ہو کہ (میان بیوی) کی آپس مین اَن بَن ہے تو ایک منصف مرد کی جانب سے کھڑا کرو ایک عورت والون سے۔ یہ دونو صلح چاہینگے تو خدا ان مین ملاپ کردیگا وہ سب کا حال جانتا ہے خبردار ہے

مارنے کی تفسیر حدیث مین (جس کا ذکر عنقریب آتا ہے) یہ ہوئی کہ سخت نہ مارے تفسیرون مین لکھا ہے کہ چابک یا لاٹھی سے ایسا نہ مارے جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا زخم ہو جائے بلکہ ہاتھ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ينتصف المظلوم من الظالم (كبير ص۳۱۷ جلد ۳)

واضربوهن ضرباً غير مبرح ولا شائن (بيضاوی ص۱۸۳ و المعالم ص۱۲۴)

قيل هو ان يضربها بالسواك (فتح البيان ص۵۵)

اى على الحكمين ان يسعيا فى اصلاح ذات البين جهدهما فان قدرا على ذلك عملا عليه وان اعياهما اصلاح حالهما ورايا التفريق بينهما جاز لهما ذلك من دون امر من الحاكم فى البلد ولا توكيل بالفرقة من الزوجين وبه قال مالك والاوزاعى واسحق وهو مروى عن عثمان وعلى وابن عباس والشعبى والنخعى والشافعى وحكاه ابن كثير عن الجمهور قالوا لان الله تعالى قال فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها وهذا نص من الله سبحانه انهما قاضيان لا وكيلان ولا شاهدان وقال الكوفيون وعطاء وابن زيد والحكم وهو احد قولى الشافعى ان التفريق هو الى الامام او الحاكم فى البلد لا اليهما.

مارے یا مسواک سے یا لپٹے ہوئے رومال یا کپڑے سے۔

اس آیہ میں گو منصفون کی تجویز مفارقت کے واجب العمل ہونے کا صریح ذکر نہیں ہے مگر اس تجویز کا واجب العمل ہونا ان کو منصف قرار دینے سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا تو آپ نے کمیشن قائم کرکے ان کو اس امر میں مجاز و مختار فرمایا کہ وہ مناسب سمجھیں تو ان میں صلح کرا دیں۔ تفرقہ مناسب سمجھیں تو تفرقہ کرا دیں۔

امام مالک و اسحق اور اوزاعی وغیرہ اس سے یہہ استنباط کرتے ہیں۔ کہ منصفون کو بلا حکم حاکم وقت و بلا اجازت زوجین تفریق کا اختیار حاصل ہے اگر وہ تفریق کو مناسب سمجھیں۔

امام ابوحنیفہ اور ایک روایت میں امام شافعی کا یہہ قول ہے کہ حاکم وقت کی اجازت یا زوجین کی وکالت سے ان کو یہہ اختیار حاصل ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لم یوکلها الزوج او یا مرهما الامام او الحاکم
(فتح البیان ص۵۵)

ہے +

ایک[۲] اور آیت مین ارشاد ہوا ہے

یا ایها الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرها ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض ما اتیتموهن الا ان یاتین بفاحشة مبینة وعاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و اتیتم احدهن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا اتاخذونه بهتانا واثما مبینا۔ وکیف تاخذونه وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا (نساء ۴)

ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم زبردستی عورتون کے وارث بنو اور ان کو اسلئے روک نہ رکھو کہ ان سے اپنے دیئے ہوئے مال سے کچھ واپس لو۔ بجز اس حالت کے کہ وہ کھلی بے حیائی* کرین۔ ان سے تم دستور کے موافق گزران کرو وہ تم کو اچھی نہ لگین۔ تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے اور خدا اس مین بہت سے خوبی رکھے۔ اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری بدلنا چاہو اور اس کو بہت سا مال دے چکے ہو۔ تو اس کو واپس نہ لو کیا اوس کو ناحق اور صاف گناہ سے لیتے ہو۔ اور تم اسکو کیونکر لے سکتے ہو۔ جب ایکدوسرے سے ہم بستر ہو چکے ہو اور وہ تم سے گہارا عہد لے چکی ہین +

عورت کے زبردستی وارث بننے کی کئی **صورت** ہین **از انجملہ** ایک صورت بعض مفسرین نے یہہ بیان کی ہے۔ کہ وہ عورتون سے بلا رغبت و حاجت صرف

---

* کھلی بیحیائی زنا ہے۔ اور خاوند اور اُس کے رشتہ دارون کو برا کہنا اور تکلیف دینا۔ (دیکھو تفسیر کبیر ص۲۵۶ جلد ۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیل الخطاب (ای فی قولہ ترثوا وتعضلوا)
مع الازواج - کانوا یحبسون النساء من
غیر حاجۃ ورغبۃ حتی یرثوا منہن (اشارۃ
الی بیان ولا یحل الخ) او یختلعن بمہرہن
(بیان لقولہ وتعضلوہن)
(بیضاوی معہ حاشیہ)

الخاطب فی قولہ ولا تعضلوہن من ھو
فیہ اقوال الاول ان الرجل منہم
قد کان یکرہ زوجتہ ویرید مفارقتہا
فکان یسیئ العشرۃ معہا ویضیق
علیہا حتی تفتدی منہ نفسہا
بمہرہا وھذا القول اختیار اکثر
المفسرین فکانہ تعالی قال لا یحل
لکم التزوج بہن بالاکراہ وکذلک
لا یحل لکم بعد التزوج بہن
العضل والحبس لتذہبوا ببعض
ما اتیتموہن -
(کبیر صفحہ ۲۵۶ جلد ۳)

اس نیت سے نکاح کر لیتے کہ وہ مرین
تو وہ لوگ ان کے وارث بنین -
روک رکھنے کی اکثر مفسرین نے
یہہ **صورت بیان** کی ہے - کہ جو
لوگ اپنی عورتون سے ناخوش ہوتے
تھے اور ان کو چھوڑنا چاہتے تھے وہ اس نیت
سے ان کو تنگ کرتے اور بد سلوکی کر
تے تھے کہ وہ اپنے بدلے مال دیکر
اپنے آپ کو ان سے چھڑائین - اس
صورت مین ان مال لینے کو خداوند
تعالے نے حرام قرار دیا ہے - صرف
اسی صورت مین مال واپس لینے کو جائز
کیا ہے کہ عورتین کھلی بے حیائی کی مرتکب
ہون ومعہذا وہ اپنے بدلے مال دے کر
خاوندون سے جدا ہونا چاہین - اور
خاوند بھی ان کو چھوڑ دینا پسند
کرین *

(۳) ایک اور آیہ مین ارشاد ہوا ہے
کہ تم کو حلال نہین کہ جو کچھ تم عورتون کو دے چکے ہو (مہر یا اور بخشش)

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن
شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ

اس مین سے کچھ واپس لو بجز اس حالت
کے کہ دونو کو یہہ ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قال خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیہما فیما افتدت به (بقرہ ع ۲۹)

(جو حقوق ازدواج کے لئے مقرر کی ہین) قائم نہ رکھ سکین گے - یہہ ڈر ہو تو عورت اپنے بدلے کچھ دیکر اپنے آپ کو چھوڑائے تو ان کو گناہ نہین ہے -

اس آیہ مین بھی اسی حالت مین خاوند کو مال لینا حلال کیا گیا ہے جس حالت مین عورت کا قصور ہو - وہ کھُلی بے حیائی کی مرتکب ہو - اور خاوند سے جُدا ہونا چاہیے - اس حالت مین حلال نہین کیا گیا - کہ مرد قصوروار ہو - اور بلا قصور زوجہ اوس کو طلاق دینا چاہیے *

امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس آیہ کے ذیل مین کہا ہے - کہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے یہہ حکم دیا کہ عورت کو چھوڑ دینا نیکی کے ساتھ ہو تو اس آیہ مین

واعلم انه تعالی لما امران یکون التسریح مقرونا بالاحسان بین فی هذه الآیة ان من جملة الاحسان انه اذا طلقها لا یاخذ منها شیئا من الذی اعطاها من المهر والثیاب وسائر ما تفضل به علیها وذلک لانه ملک * بعضها واستمتع بها فی مقابلة ما اعطاها فلا یجوز ان یاخذ منها شیئا ویدخل فی فضل الله ان یضیق علیها

یہہ بیان فرمایا کہ یہہ بات بھی داخل احسان ہے کہ جب کوئی اپنی عورت کو طلاق دے تو جو کچھ دہ اوس عورت کو دے چکا ہو (مہر یا لباس یا اور بخشش) اس مین سے کچھ بھی واپس نہ لے - کیونکہ وہ اس کے شرمگاہ کا مالک اسی مال کے بدلے ہوا اور اس سے نفع اُٹھا چکا ہے اب اسکو حلال نہین کہ اس مین سے کچھ بھی لے اسی مین یہ فعل بھی داخل ہے کہ وہ اوس کو

* هکذا فی الاصل والصحیح بضعها بتقدیم الصاد علی العین -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیلجئہا الی الافتداء کما قال فی سورہ
النساء ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض
ما اتیتموھن وقولہ ھھنا الا ان یخافا
ان لا یقیما حدود اللہ ھو کقولہ
ھناک الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ

× × × × ×

الاقسام الممکنۃ فی ھذا الباب اربعۃ
لانہ اما ان یکون ھذا الخوف حاصلا
من قبل المرأۃ فقط او من قبل الزوج
فقط او لا یحصل الخوف من قبل واحد
منہما او یکون الخوف حاصلا من
قبلہما معا (اما القسم الاول) وھو
ان یکون ھذا الخوف حاصلا من
قبل المرأۃ وذلک بان تکون المرأۃ
ناشزۃ مبغضۃ للزوج فھنا یحل
للزوج اخذ المال منہا والدلیل علیہ
ما رویناہ من حدیث جمیلۃ مع ثابت
لانہا اظہرت البغض فجوز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لہا الخلع
ولثابت الاخذ فان قیل فقد شرط
تعالی فی ھذہ الایۃ خوفہما معا فکیف

تنگ کرے تاکہ وہ ناچار ہوکر اپنی بدلے
مہر واپس دینے پر راضی ہوجائے جیسکا
ذکر سورہ نسار مین (یعنی آیہ نمبر ۲ مین)
ہوچکا ہے کہ "تم اون کو اسلئے نہ روک
رکہو کہ اپنے دیئے مال سے کچہہ واپس
لو"۔ اور اس مقام مین جو ارشاد ہوا
ہے کہ بجز اس حالت کے کہ دونون کو
خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدین قائم نرکہینگے
یہ ویسا ہی ارشاد ہے جو سورہ نساء (آیہ
نمبر ۲ مین) مین ہوا ہے کہ بجز اس حالت
کے کہ عورتین کھلی بے حیائی کی مرتکب
ہون یعنے عورتون ہی کی بے حیائی کے
خوف کے وقت مہر واپس لینا جائز ہے
نہ مرد کے قصوروار ہونے کے وقت)
اس مدعا کی **تفصیل** امام رازی نے اس
تقریر سے فرمائی ہے کہ اس باب مین
چار قسم کی صورتین پیش آنی ممکن ہین
اول یہ کہ اللہ کی حدون کو قائم نہ رکہنے کا
خوف عورت کی طرف سے ہو۔ دوسری
یہ کہ یہہ خوف مرد کی جانب سے ہو تیسری
یہ کہ یہہ خوف کسی سے جانب سے نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قلتم انه یکفی حصول الخوف منها فقط قلنا سبب هذا الخوف و ان کان اوله من جهته المرأة الا انه قد یترتب علیه الخوف الحاصل من قبل الزوج لان المرأة تخاف علی نفسها من عصیان الله فی امر الزوج وهو یخاف انها اذا لم تطعه فانه یضربها و یشتمها و ربما زا علی قدر الواجب فکان الخوف حاصلا لهما جمیعا فقد یکون ذلك السبب منهما الامر یتعلق بالزوج و یجوز ان تکره المرأة مصاحبة ذلك الزوج لفقره او لقبح وجهه او لمرض منفر منه وعلی هذا التقدیر تکون المرأة خائفة من معصیة الله

چوتھی یہ کہ دونو جانب سے ہو۔

قسم اوّل کی یہہ صورت ہے

۔ کہ عورت نافرمان ہو اور مرد سے بغض رکھتی ہو اس صورت مین مرد کو اگر وہ عورت کی درخواست پر اس کو طلاق دینا پسند کرے۔ مال واپس لینا حلال ہے۔ اس پر دلیل وہ حدیث* ہے۔ جس مین جمیلہ سے اوس کے شوہر ثابت کا مال واپس لینا بیان ہوا ہے اس صورت پر کوئی اگر یہہ اعتراض کرے کہ آیہ مین تو دونو کے خوف کی شرط لگائی گئی ہے تم نے صرف عورت کی جانب سے خوف کو مال دلانے کے لئے کافی کہا ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ اس صورت مین خوف کا سبب اولًا اگرچہ عورت ہی کی جانب سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر مرد کی جانب سے

*: یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین اور تفسیر کبیر (جلد ۲ صفحہ ۳۷۵) وغیرہ تفاسیر مین منقول ہے جسکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ثابت بن قیس اپنی عورت جمیلہ بنت عبداللہ سے کمال محبت رکھتا تھا۔ اور زوجہ اوس سے کمال عداوت کیونکہ وہ پست قامت تھا۔ سیاہ رنگ۔ اور بدصورت۔ اور جمیلہ خوبصورت تھی جمیلہ نے طلاق کی درخواست کی تو اُسنے باغ کی واپسی پر (جو مہر مین اسکو دے چکا تھا) طلاق دینی منظور کرلی تب آنحضرتؐ نے باغ واپس دلوا کر طلاق دلوادی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی ان لا تطیع الزوج ویکون الزوج
خائفا من معصیۃ اللہ تعالی من ان
یقع منہ تقصیر فی بعض حقوقہا
(۲) (القسم الثانی) ان یکون الخوف
من قبل الزوج فقط بان یضربہا
ویوذیہا حتی تلتزم الفدیہ فہذا
المال حرام بدلیل اول ہذہ الایہ
وبدلیل سائر الایات کقولہ ولا
تعضلوہن لتذہبوا الی قولہ
اتاخذونہ بہتانا واثما مبینا ف
ہذا مبالغہ عظیمہ فی تحریم اخذ
ذلک المال (۳) (القسم الثالث) ان لا
یکون ہذا الخوف حاصلا من قبل
الزوج ولا من قبل الزوجۃ وقد
ذکرنا ان قول اکثر المجتہدین ان ہذا
الخلع جائز والمال الماخوذ حلال
وقال قوم انہ حرام (۴) (القسم الرابع)
ان یکون الخوف حاصلا من قبلہما
معا فہذا المال حرام لظاہر الایات
التی تلوناہا تدل علی حرمۃ اخذ
ذلک المال اذا کان السبب حاصلا

بھی خوف پیدا ہوسکتا ہے۔ عورت مرد
کی نافرمانی کریگی تو وہ اسکو نافرمانی کے
بدلے مارے گا اور برا بھلا کہیگا۔ اور
شاید اپنے حق سے زیادہ بھی مارے۔ اس
وجہ سے دونوں کو خوف حاصل ہوسکتا ہے۔
(گو اوس کا اصل سبب عورت ہی ہے)
اور اگر عورت کی نافرمانی مرد کی نفرت
انگیز بیماری یا فقیری یا بدصورتی کی سبب
ہو تو اس سے بھی مرد کو اس کی حق تلفی کا
خوف پیدا ہوسکتا ہے۔

قسم دوم کی یہہ صورت ہے کہ
مرد عورت کو ناحق مارے۔ اور اس
نیت سے تکلیف دے کہ وہ اپنے
بدلے مال دینے پر راضی ہوجائے۔ اس
صورت مین مرد کو مال لینا حرام ہے جسپر
اس آیہ کا پہلا فقرہ دلیل ہے (جس مین
یہہ حکم ہے کہ عورت کو چھوڑ دو تو احسان
کے ساتھہ چھوڑو۔) ایسی ہی اور آیات
جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ ان آیات مین
اس مال کی حرمت کو نہایت مبالغہ سے بیان
کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] الزوج ولیس فیہ تقیید
[illegible] ان یکون من جانب المراۃ
[illegible] ذلک ام لا ولان اللہ تعالی
[illegible] ہذا القسم ایہ اوحزے
[illegible] قولہ تعالی وان خفتم شقاق
[illegible] الایہ ولم یذکر فیہ تعالی
[illegible] اخذ المال
(کبیر صـ۲۷۴ جلد دوم وغیرہ)

قسم سوم کی یہہ صورت ہے کہ یہ خوف کسی جانب سے نہ ہو نہ مرد کی اور نہ عورت کی اسکا حکم ہم بیان کر چکے ہین کہ اکثر مجتہدین کا یہ خیال ہے کہ اگر عورت اپنی خوشی سے مال دیتی ہے۔ تو مرد کو اس کا لینا جائز ہے۔ اور ایک جماعت کا (جیسے امام زہری۔ نخعی اور داؤد ہین) یہ قول ہے۔ کہ اس صورت مین مرد کو مال واپس لینا* حرام ہے

قسم چہارم یہ کہ دونو جانب سے خوف ہو۔ اس صورت مین بھی مرد کو مال واپس لینا حرام ہے۔

آیات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرد کی جانب قصور ہو تو اس کو مال واپس لینا حرام ہے۔

* انکی دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ "تم کو خوف ہو تب مال لو" جمہور اس دلیل پر تمسک کرتے ہین کہ عورت بحالت پابندی نکاح اپنی خوشی سے مہر بخش دے تو بالاتفاق جائز ہے پھر بحالت فسخ نکاح جس مین اسکو آزادی حاصل ہوتی ہے اپنی خوشی سے مہر بخش دی تو کیون جائز نہین اسکا جواب یہہ ہے کہ اس حالت مین جبکہ نکاح قائم رکھنے مین کوئی خوف معصیت نہ ہو طلاق لینا عورت کو حلال نہین تو پھر اسکے بدلے اور اس طلاق کے سبب مرد کو مہر لینا کیونکہ حلال ہو سکتا ہے۔ نکاح کی حالت قیام مین مہر بخشدینا نکاح کو اور پختہ کرتا ہے اور محبت کو بڑھاتا ہے اسپر حالت فسخ بلا ضرورت کا قیاس۔ قیاس مع الفارق ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس مین یہ قید نہین کہ عورت قصوروار ہو تب ہی مال لینا حرام ہے اس صورت کا حکم ایک اور آیہ مین بھی بیان ہوا ہے۔ جسکا مضمون یہہ ہے کہ دونو مین اَن بَن ہو تو دونو جانب سے ایک منصف مقرر کرنا چاہیئے (جسکا ذکر آیہ نمبر ۱ مین ہوا ہے) اس آیہ مین بھی یہ بیان نہین ہوا۔ کہ مرد کو اس صورت مین مال واپس لینا حلال ہے"۔ **اس کلام** ہدایت نظام مین **امام رازی**ؒ نے بخوبی ثابت کیا ہے کہ مرد کو اسی حالت مین مال واپس لینا حلال ہے جبکہ عورت قصوروار ہو اور پھر وہ نکاح کو فسخ کرانا چاہیئے اور جس حالت مین مرد کا قصور ہو اور اس وجہ سے نکاح فسخ کرنا پڑے تو اُسکو مال لینا ہرگز حلال نہین ہے۔

ایک اور آیہ مین ارشاد ہے۔ "اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے نگاہ اُٹھا لینے یا جی پھیر لینے کا ڈر رکھے تو اُن کو گناہ نہین کہ دونو آپس مین صلح کر لین صلح خوب چیز ہے (مگر) جیون کے سامنے حرص دہری ہے۔ (مردو!) اگر تم نیک سلوک اور پرہیزگاری کروگے۔ تو خدا کو تمہارے کامون کی خبر ہے × × اور اگر وہ آپس مین جدائی اختیار کرین تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے بےپروا کر دیگا وہ کشایش والا ہے باحکمت"

وان امراۃ خافت من بعلہا نشوزا اواعراضا فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحا۔ والصلح خیر واحضرت الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا × × × وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ وکان اللہ واسعا حکیما۔
(نساع ۱۹)

نگاہ اُٹھا لینا تکبر و ترفع سے (جو نشوز کے اصلی معنی ہین) جسکا لازمہ یہہ ہے کہ مرد عورت کو بُرا بھلا کہے یا ایسی تکلیف دے **جی پھیر لینا** طبعی بے رغبتی

المراد بالنشوز اظہار الخشونۃ فی القول اوالفعل او فیہما والمراد من

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الاعراض السکوت عن الخیر والشر والمداعاة والایذاء (کبیر ص ۴۷ جلد ۳)

سے جس کا لازمہ نہیں ہے کہ مرد اس کا ہم بستر نہ ہو۔ گو زبان یا ہاتھ سے تکلیف بھی نہ دے۔

ان **آیات میں** اس عورت کا حکم بیان ہوا ہے جسکے خاوند نے دوسری عورت

الایة نزلت فی عمرة ویقال فی خولة بنت محمد بن مسلمة وفی زوجها اسعد بن الربیع ویقال رافع بن خدیج تزوجها وھی شابة فلما علاھا الکبر تزوج علیها امرأة شابة وآثر علیها وجفا ابنة محمد بن مسلمة فاتت رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله واصحابه وسلم فشکت الیه × × × فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا یعنی فی القسم والنفقة وھو ان یقول الزوج لها انك قد دخلت فی السن وانی ارید ان اتزوج امرأة شابة جمیلة اوثرها علیك فی القسمة لیلا ونهارا فان رضیت بهذا فاقیمی وان کرهت خلیت سبیلك فان رضیت کانت هی المحسنة ولا تجبر علی ذلك وان لم ترض بدون حقها کان علی الزوج ان یوفیها حقها

سے جو اس سے بہتر اور نوجوان ہو نکاح کر لیا ہو اور اس وجہ سے وہ اس سے بے رغبت ہو گیا ہو۔ اس عورت کو خداوند تعالیٰ نے دو امروں سے ایک کا (جسکو وہ پسند کرے) اختیار دیا ہے (۱) اگر وہ اسی مرد کے نکاح میں رہنا چاہے اور اس میں اپنا فائدہ و عزت سمجھے تو اس کی اسی حالت بے رغبتی یا کم توجہی پر خوش رہے۔ اور اسکو نوبت وغیرہ حقوق معاف کر دے (۲) یا امر اسکو منظور نہ ہو تو اس سے طلاق لے لے جبکہ مرد پر دو امروں سے ایک امر واجب ہے اسکو نوبت و نفقہ وغیرہ حقوق پورے دے (۲) یا اسکو احسان کے ساتھ طلاق دیکر رخصت کرے۔

ایک اور آیہ میں ارشاد ہے تمہاری عورتیں تمہاری پوشاک ہیں۔ اور تم ان کی پوشاک۔ اس آیہ میں جملہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من القسم والنفقۃ ویسرحھا باحسان (معالم التنزیل ص ۲۵۰)	حقوق ازواج کی محافظت کا حکم
ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (بقرہ ع ۲۳) یحتمل انیکون المراد سترہ بھا عن جمیع المفاسد التی تقع فی البیت لولم تکن حاضرۃ کما یستر الانسان بلباسہ عن الحر والبرد وکثیر من المضار (جلد ۲ تفسیر کبیر ص ۲۰۷)	ہے اور یہہ ارشاد ہے کہ عورتین تمہاری ان سب مفاسد و تکالیف سے جو عورتون کے نہ ہونے کے وقت تمکو لاحق ہوتی ہین۔ محافظ و سپر و ساتر ہین۔ تم بھی ان کے محافظ اور سپر و ساتر بنے رہو۔

ایک اور آیۃ مین ارشاد ہوا ہے۔ مطلقہ عورتون کو گہر سے نہ نکالو اور

لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ × اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن × لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتاہ اللہ (طلاق ع ۱)	نہ وہ خود نکلین بجز اس حالت کے کہ وہ بیحیائی کی مرتکب ہون × تم انکو اپنی توفیق کے موافق وہان بساؤ۔ جہان خود رہتے ہو۔ اور انکو ضرر نہ پہنچاؤ جس سے انکو تنگی ہو × انکو وسعت والا اپنی وسعت کے موافق خرچ دے اور

جسکو تنگی سے رزق ملتا ہے وہ خدا کی اسی دی سے دے۔

ان آیات مین اگرچہ مطلقہ کے نفقہ اور سکنی کا حکم بیان ہوا ہے مگر باتفاق اہل اسلام زوجہ غیر مطلقہ کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی نظر سے مفسرین نے اس حکم

والتقدیر المذکور مسلم فی نفقۃ الزوجۃ ونفقۃ المطلقۃ اذا کانت رجعیۃ مطلقا او بائنا حاملا قالہ سلیمان الجمل (فتح البیان ص ۱۵۹ جز ۲۸)	مین غیر مطلقہ زوجہ کو بھی شامل کیا ہے۔ تفسیر فتح البیان مین نفقہ کی حد امام شافعی سے نقل کرکے شیخ سلیمان جمل سے نقل کیا ہے کہ زوجہ کے نفقہ کی بھی یہی حد ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام رازی نے **تفسیر کبیر** مین زوجہ کے لئے گھر سے باہر نہ نکلنے کی یہہ وجہ بیان کی ہے کہ جب تک میان بیوی کا نکاح قائم رہے ان کا مقصود یہہ ہوتا ہے کہ وہ باہم عیش کرین اور ایک دوسرے سے نفع اوٹھاوے اور یہ مقصود تب ہی پورا ہوسکتا ہے کہ عورت خاوند کے لئے اوقات ضرورت مین تیار رہے اور تیاری اسی وقت ہوسکتی ہے۔ جب کہ خاوند عورت کے کھانے پینے۔ پہننے کا سامان اور رہنے کی جگہ مہیا کر دے یہ سبھی چیزین اسی تیاری کے وسایل واسباب ہین

ان الزوجين ما داما ثابتين على النكاح فانما مقصودهما المعاشرة والاستمتاع ثم لا بد في تمام ذلك من ان تكون المرأة مستعدة له لاوقات حاجته اليها وهذا لا يكون الا بانه يكفيها في نفقتها كطعامها وشرابها وادمها و لباسها وسكناها وهذه كلها داخلة في احصاء الاسباب التي بها يتم كل ما ذكرنا من الاستمتاع
(کبیر ص ۲۵ جلد ۸)

اسکے بعد انہون نے یہ ثابت کیا ہے کہ عورت طلاق کے بعد بہی جب تک کہ عدت مین ہو شوہر کے گھر سے باہر نہین نکل سکتی" ان آیات سے مردون اور عورتون کے **جملہ حقوق** مفصلہ بالا ثابت ہوئے اب ہم اسکی تائید و تفصیل مین **احادیث نبویہ** بیان کرتے ہین۔

(۱)

ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردون کے حقوق قسم دوم اور عورتون کے حقوق قسم اول ودوم کی بابت ارشاد فرمایا ہے کہ تم سب چرواہے یا محافظ ہو اور تم کو اس چیز کی بابت جو تمہاری حفاظت مین ہے سوال ہوگا۔ امام یا حاکم وقت بھی چرواہا ہے اور اس سے اوسکی رعیت کی بابت

عن عبد الله بن عمر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كلكم راع وكلكم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسئول عن رعیته الامام راع ومسئول عن رعیته والرجل راع فی اهله وهو مسئول عن رعیته والمرأة راعیة فی بیت زوجها ومسئولة عن رعیتها والخادم راع فی مال سیده ومسئول عن رعیته قال وحسبت ان قال والرجل راع فی مال ابیه وهو مسئول عن رعیته وکلکم راع ومسئول عن رعیته (صحیح بخاری ص ۱۲۲)

پوچھا جائیگا۔ مرد اپنے اہلخانہ کا محافظ ہے اس سے ان کی بابت پوچھا جائیگا عورت شوہر کے گھر کی محافظ ہے۔ اوس سے اس گھر کی بابت سوال ہوگا۔ نوکر اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اوس مال کی بابت سوال ہوگا۔ بیٹا باپ کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اس مال کی محافظت کا سوال ہوگا۔ (الغرض) تم سب ہی محافظ ہو۔ تم سے اپنی اپنی حفاظت کی چیز سے سوال ہوگا۔

ایک اور حدیث (۲) مین عورتون کے حقوق قسم سوم کی بابت ارشاد ہوا ہے

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال المرأة کالضلع ان اقمتها کسرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفیها عوج (صحیح بخاری ص ۷۷۹)

کہ عورت پسلی کی مانند (ٹیڑھی) ہوتی ہے اسکو سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائیگی۔ اس سے کام لینا چاہتے ہو تو ٹیڑھی ہی سے کام لو۔

ایسا ہی ایک اور حدیث (۳) مین ارشاد ہوا ہے مومن مرد مومن عورت سے (بالکل ہی) ناخوش نہین ہوتا اس کی کوئی ایک بات اس کو ناپسند ہوگی تو دوسری پسند آجائیگی۔ (یعنے اس کو ایسا کرنا لازم ہے)

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یفرک مؤمن مومنة ان کره منها خلقا رضی منها اخر (صحیح مسلم ص ۴۷۵)

ایسا ہی ایک اور حدیث (۴) مین فرمایا ہے سب سے کامل الایمان وہ مومن ہے جسکے اخلاق اچھے ہون۔ اور سب

وعن ابی هریرة قال قال رسول الله

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائہم (ترمذی ص ۱۴۲)

سے اچھا رویہ ہے۔ جو اپنے اہل خانہ کے حق میں اچھا ہے۔

حجۃ الوداع میں خطبہ کے ضمن میں مردوں کے حقوق قسم اول اور عورتوں کے جملہ حقوق کی بابت ارشاد ہوا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیہن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف (صحیح مسلم ص ۳۹۷)

عورتوں کے معاملات میں تم خدا سے ڈرتے رہو۔ تم نے انکو خدا کی امان سے (نکاح میں) لیا ہے اور خدا کے حکم سے انکے شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے تمہارا حق انپر یہ ہے کہ وہ تمہاری جگہ یا گھروں میں کسیکو جسکا آنا تم پسند نکرو آنے دیں۔ وہ ایسا کریں تو تم انکو ہلکا سا مارو۔ انکا حق تمپر یہ ہے کہ تم دستور کے موافق انکو کہانا اور لباس دو۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔

ترمذی وغیرہ کی حدیث (۶) میں اس موقع پر مارنے کی وہی ترتیب مذکور ہے

ثم قال استوصوا بالنساء خیرا فانما ھن عندکم عوان لیس تملکون منھن شیئا غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرح (ترمذی ص ۱۴۲)

جو قرآن سے بیان ہو چکی ہے یعنی پہلے سونے میں جدا کرو پھر ہلکا سا مارنا۔ تیسرے یہ بھی تصریح ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کے مرتکب ہوں تب ان کو مارو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ امور خانہ داری یہ کہ آج ہانڈی میں نمک کیوں زیادہ ہوگیا ہے۔ اور آج کھانا کیوں دیر میں پکا۔ اور ہمارا کپڑا کیوں نہیں دھویا۔ علی ہٰذا القیاس انکو مارنے کا حق نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اور حدیث(۶) میں عورتوں کے حقوق قسم سوم کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ

عن عبد اللہ بن زمعۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجلد احدکم امرأتہ جلد العبد ثم یجامعھا فی آخر الیوم (صحیح بخاری ص۷۸۴)

وہ اپنی عورتوں کو ایسا نہ ماریں جیسا غلاموں کو مارا کرتے ہیں پھر آخر اُن ہی سے ہم بستر ہونگے۔

ایسا ہی ایک اور حدیث(۷) میں ذکر ہے۔ کہ آنحضرت ؐ نے حکم دیا کہ عورتوں کو نہ مارا کرو۔ حضرت عمر فاروق اگر شاکی ہوئے کہ عورتیں اب دلیر و نافرمان ہوگئی ہیں۔ تب پھر آنحضرت نے اُنکو مارنے کی اجازت دی تو بہت سے عورتیں آنحضرت کے گھر میں خاوندوں کی شکایت لیکر پہنچیں۔ جب پھر آنحضرت نے فرمایا ہمارے گھر میں بہت سے عورتیں (بعض روایتوں میں اُن کی تعداد ستر(۷۰) بیان ہوئی) خاوندوں کی شکائت لیکر آئیں تھیں۔ وہ لوگ اچھے آدمی نہیں ہیں۔

عن عبد اللہ بن ابی ذباب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تضربوا اماء اللہ فجاء عمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذئرن النساء علی ازواجھن فرخص فی ضربھن فاطاف بآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساء کثیر یشکون ازواجھن فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد طاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئک بخیارکم (ابوداؤد ص۲۹۰) فی روایۃ النسائی علی ما ذکرہ الشعرانی سبعون امرأۃ۔

ایک اور حدیث(۹) میں عورتوں کے دوسرے اور تیسرے حقوق کی بابت ارشاد ہوا ہے۔ کہ جو کچھ خود کھاؤ وہی عورتوں کو کھلاؤ۔ اور جو کچھ خود پہنو وہی عورتوں کو پہناؤ اور اُنکو منہ پر نہ مارو اور نہ اُنکو برا کہو۔

عن معاویۃ القشیری قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما تقول فی نسائنا قال اطعموھن مما تاکلون واکسوھن مما تکتسون ولا تضربوھن ولا تقبحوھن (ابوداؤد ص۲۹۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اور حدیث[11] مین مردوں کے حقوق قسم اوّل کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دعا الرجل امرأتہ الی فراشہ فابت ان تجئی لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح (صحیح بخاری ص ۷۸۲)

جب عورتون کے خاوند انکو بستر کی طرف بلائین۔ تو وہ اس سے انکار نہ کرین۔ جو عورت ایسا کریگی۔ اسکو تمام شب فرشتے لعنت کرتے رہینگے۔

ایسا ہی ایک اور حدیث[11] مین فرمایا ہے۔ کہ کسی عورت کو حلال نہین ہے کہ

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لمرأۃ ان تصوم وزوجہا شاھد الا باذنہ ولا تاذن فی بیتہ الا باذنہ (صحیح بخاری ص ۷۸۲)

وہ خاوند کے گھر پر موجود ہونے کے وقت بلا اجازت خاوند روزہ رکھے۔ اور نہ یہہ حلال ہے کہ اسکی اجازت کے بغیر اسکے گھر مین آنیکی کسی کو اجازت دے۔

ایسا ہی ایک اور حدیث مین ارشاد ہوا ہے۔ کہ کوئی مرد کسی عورت

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخلون رجل بامرأۃ الا مع ذی محرم۔ (بخاری ص ۷۸۷)

سے خلوت نہ کرے اور فرمایا جہان مرد کی (اجنبی) عورت سے خلوت ہو وہان انمین تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

ایسا ہی عورتون کے حقوق قسم اول کی بابت ایک صحابی (عبداللہ بن عمرو)

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ الم اخبر انک تصوم النہار وتقوم اللیل قلت بلی یا رسول اللہ؟ قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدک علیک حقا وان لعینک علیک

سے مخاطب ہوکر آپ نے فرمایا ہے ہمنے سنا ہی کہ تم ہمیشہ روزہ رکتی ہو اور تمام شب تہجد پڑہتے ہو۔ انہون نے کہا ہان یا رسول اللہ صلعم۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو روزہ بھی رکھو۔ افطار بھی کرو۔ تہجد بھی پڑہو۔ سو بھی رہو۔ تمہارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقًا وان لزوجك عليك حقًا۔
(بخاری ص۷۸۳)

جسم کا بھی تمپہ حق ہے آنکھ کا بھی حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تمپر حق ہی۔

(۱۲)
قتادہ اور شعبی تابعیون سے مروی ہے۔ کہ **حضرت عمر فاروق** کے

اخرج عبد الرزاق فی مصنفہ عن قتادۃ والشعبی قالا جاءت عمر امرأۃ فقالت زوجی یقوم اللیل ویصوم النہار فقال عمر بن الخطاب لقد احسنت الثناء علی زوجك فقال كعب بن سوار لقد شكت فقال عمر بن الخطاب كیف قال تزعم انه لیس لها من زوجها نصیب قال فاذا قد فهمت ذلك فاقض بینها قال یا امیر المومنین احل الله له من النساء اربعًا فلها من كل اربعة ایام یوم ومن كل اربعة لیال لیلة۔ (تاریخ الخلفاء ص۹۶)

حضور مین ایک عورت نے اپنے خاوند کا یہ حال بیان کیا کہ وہ تمام شب نماز پڑہتا ہے۔ اور ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ آپنے فرمایا تونے اپنے خاوند کی تعریف کی ہے۔ کعب بن سوار نے (حاضرین سے) کہا کہ یہ گلہ کرتی ہے۔ کہ اسکو خاوند سے کچھ عیش میسر نہین حضرت عمرؓ نے فرمایا تمنے اسکا مطلب سمجہا ہے تو اسکا فیصلہ بھی تم ہی کردو۔ انہون نے فرمایا خدا تعالےٰ نے مرد کے لئے چار عورتیں مباح کی ہین۔ پس (ایک عورت) کو (کم سے کم) چار دنون سے ایک دن اور چار راتون مین سے ایک شب اپنے خاوند سے عیش حاصل کرنا چاہیے۔

(۱۳)
سپاہی لوگ جو لشکرون کے ساتھ سفر مین رہتے اور اپنی عورتون کے حقوق قسم اول ادا نہ کر سکتے۔ ان کے نام حضرت عمر فاروق نے یہ احکام جاری کئے تھے کہ چار مہینے سے زیادہ کوئی لشکری گھر سے باہر نہ رہے۔ اس باب مین ایک عجیب **لطیف قصہ** ابن جریج نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عمر پھر رہے تھے آپ نے

واخرج ابن جریج قال اخبرنی من اصدق ان عمر بینا هو یطوف سمع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امرأة تقول: تطاول هذا الليل وا
اسود جانبه * وارقني ان لاخليل
الاعبه * فلولا حذار الله لاشئ مثله
لزعزع من هذا السرير جوانبه * فقال
عمر و مالك قالت اغزيت* زوجي
منذ اشهر وقد اشتقت اليه قال
اردت سوءاً قالت معاذالله فقال
املكي عليك نفسك فانما هو البريد اليه
فبعث اليه ثم دخل على حفصة فقال
اني سائلك عن امر قد اهمني فافرجيه
عني كم تشتاق المرأة الى زوجها
فخفضت راسها واستحيت فقال
ان الله لا يستحي من الحق فاشارت
بيدها ثلثة اشهر والا فاربعة فكتب
عمران لايحبس الجيوش فوق اربعة اشهر
(تاريخ الخلفاء ص۹۷)

ایک عورت کو اس مضمون کی رباعی کہتی
سُنا۔ یہہ رات بڑہ گئی ہے اور اسکی
اطراف مین سیاہی چھاگئی ہے۔ مجھے
اس الم نے بے خواب کر رکھا ہے کہ مین
اپنے دوست کو نہین پاتی جس سے
مین کہیلتی۔ خدا کا خوف نہوتا جسکے برابر
کوئی چیز نہین ہے تو یہ (میری) چارپائی
ہلائی جاتی“ حضرت عمر نے فرمایا تجھے
کیا ہوا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ آپ نے
میرے خاوند کو کئی مہینون سے لڑائی
مین بھیج رکھا ہے۔ مین اسکے شوق
مین یہہ بات کہہ رہی ہون۔ آپ نے فرمایا
کیا تو بدکاری کا ارادہ رکھتی ہے اُسنے
عرض کیا خدا کی پناہ۔ آپ نے فرمایا
تو صبر کر بس اب قاصد جانے کی دیر ہے
پھر آپ نے اوسکی طرف قاصد بہیجدیا۔

اور آپ اپنی صاحبزادی حفصہ (آنحضرت کی زوجہ مطہرہ) کے پاس گئے۔ اور اُن سے استفسار کیا کہ عورت اپنے خاوند کی (یعنے جو مسافرت مین ہو) کتنے دنون کے بعد شائق اور طالب ہوسکتی ہے۔ انہون نے جواب دینے سے شرم کر کے سر جھکا لیا۔ تو آپ نے فرمایا حق کے بیان مین خدا تعالے نے شرم نہین کی تب

* من الغزو او هو اغربت من الغربة فمعناه فقدته وجعلته غريبا۔

© rasailojaraid.com

انہوں نے اشارت سے یہہ جواب دیا کہ تین مہینے یا (نہایت) چار مہینے کے بعد۔ پس آپ نے یہ احکام جاری فرمائے کہ چار مہینے کے بعد لشکر باہر رہین۔ یعنے باہر والے گھر کو آوین۔ اور ان کے بدلے اور لشکر موقع جنگ پر روانہ کئے جاوین۔

ایک اور حدیث (۱۴) مین عورتوں کے مالی حقوق قسم اول کی بابت ارشاد ہوا ہے۔ کہ سب سے پہلے اپنے عیال کو خرچ دو۔ بیوی شوہر کو کہہ سکتی ہے۔ کہ مجھے خرچ دے یا طلاق دے۔ راوی حدیث سے کسی نے پوچھا۔ یہ قول بھی آنحضرت کا ہے۔ انہون نے یہہ جواب دیا۔ نہین تو کیا میری جیب سے نکلا ہے؟ بعض محدثین اس جواب کے معنے یہ قرار دیتے ہین۔ کہ یہ قول آنحضرت نے نہین فرمایا میںنے از خود کہا ہے۔"

عن ابی هریرة رض قال النبی صلی الله علیہ وسلم ابدء بمن تعول تقول المرأة اما ان تطعمنی واما ان تطلقنی قالوا یا ابا هریرة سمعت هذا من رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال لا هذا من کیس ابی هریرة۔ (بخاری ص ۸۰۶) هذا انکار علی السائلین یعنی لیس هذا الا من رسول الله صلی الله علیہ وسلم (کرمانی)

اسکے (۱۵) مطابق حضرت سعید بن المسیب تابعی سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو خرچ نہ دے سکے اسکی زوجہ کو اس سے جدا ہو جانے کا اختیار دیا جاوے۔

عن سعید بن المسیب فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اهلہ قال یفرق بینهما اخرجہ سعید بن منصور عن سفیان عن ابی الزناد قال فقلت لسعید سنة قال سنة۔ وهذا مرسل قوی۔

ایسا ہی (۱۶) حضرت عمر فاروق سے مروی ہے۔ کہ آپ نے لشکرون کے کمان افسرون کے نام احکام جاری کئے

وعن عمر رضی الله عنہ انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن

© rasailojaraid.com

نسائهم ان يأخذوهم ان ينفقوا او يطلقوا- فان طلقوا بعثوا نفقة ما حبسوا اخرجه الشافعي ثم البيهقي باسناد حسن- (بلوغ المرام و نيل الاوطار ص۲۶۶)

کہ جو لشکری اپنی بیوی سے غائب ہیں وہ ان کی اخراجات ارسال کریں یا ان کو طلاق دیں- اور جس عرصہ تک وہ انکے نکاح میں رہی ہوں- اس عرصہ کا خرچ بھی بھیجدیں-

استدل به وبحديث ابي هريرة الآخر على ان الزوج اذا اعسر عن نفقة امرأته واختارت فراقه فرق بينهما واليه ذهب جمهور العلماء كما حكاه في فتح الباري وحكاه صاحب البحر عن الامام علي مرتضى رضي الله عنه وعمر وابي هريرة والحسن البصري وسعيد بن المسيب وحماد وربيعة ومالك واحمد بن حنبل والشافعي والامام يحيى وحكى صاحب الفتح عن الكوفيين انه يلزم المرأة الصبر وتتعلق النفقة بذمة الزوج وحكاه في البحر عن عطاء والزهري والثوري والقاسمية وابي حنيفة واصحابه واحد قولي الشافعي له- (نيل الاوطار ص۲۶۶ جلد ۶)

ایسا ہی حضرت علی مرتضے اور ابوہریرہ (صحابہ) اور حسن بصری وحماد وغیرہ (تابعین) اور امام مالک وامام احمد وامام شافعی وغیرہ جمہور علماء سے مروی ہے- ان سب کا قول یہ ہے کہ مرد نادار ہو جائے اور عورت تنگدستی کے سبب اس سے طلاق چاہے تو انہیں جدائی کرلینی چاہئے- بعض علماء کا یہ قول ہے کہ وہ عورت صبر کرے یہاں تک کہ خدا اسکے شوہر کو وسعت دے- مگر دلائل کے رو سے یہی مذہب قوی ہے- کہ عورت کو طلاق لینے کا اختیار حاصل ہے ان دلائل کی تفصیل ہم ایک مستقل مضمون میں عنقریب کرینگے انشاء اللہ-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اختلاف تھا حکم تفریق اور صبر میں اسی حالتمین ہے۔ کہ شوہر صرف نادار ونا چار ہو۔ اور اگر وہ صاحب وسعت اور مالدار ہوکر عورت کو کچھہ خرچ نہ دے تو اسکی مظلوم عورت کی اسے جدائی کرانے مین ہمنے کوئی اختلاف سلف یا خلف مین نہین پایا۔ اور ظاہر نصوص قرآن وحدیث جنمین یہ بیان ہے کہ مردون کو عورتون

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا (ن ع) ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلك فقد ظلم نفسہ (بقرہ ع ۲۹)

پر مال خرچ کرنے کے سبب رتبہ افسری وتسلط حاصل ہے۔ اور ضرر رسانی عورتوں کی حرام ہے۔ اس فراق کے استحقاق پر صریح دلائل ہین۔

مردون اور عورتون کے حقوق قسم دوم کا ذکر بہت سے احادیث وآثار مین پایا جاتا ہے۔ ازانجملہ ایک دو احادیث کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث (۱۷) مین ذکر ہے۔ کہ حضرت سیدہ النساء فاطمہ الزہرا اپنے گھر کا

قال علی ان فاطمہ اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تشکو الیہ ما تلقی فی یدیھا من الرحی وبلغھا انہ قد جاءہ رقیق فلم تصادفہ فذکرت لعائشۃ فلما جاء اخبرتہ عائشۃ قال فجاءنا وقد اخذنا مضاجعنا فذھبنا نقوم فقال علی مکانکما فجاء فقعد بینی وبینھا حتی وجدت برد قدمیہ علی بطنی فقال الا ادلکما علی خیر مما سألتما اذا اخذتما مضاجعکما او اویتما الی فراشکما فسبحا ثلاثا وثلثین واحمدا ثلاثا وثلاثین وکبرا اربعا وثلاثین فھو خیر لکما من خادم (بخاری ص ۸۰۶)

آٹا خود پیسا کرتین حتے کہ آپ کے مبارک ہاتھون مین گٹے پڑ گئے تھے۔ ایک دن آپ خادم کی درخواست کے لئے آنحضرت ص کے حضور مین پہنچین۔ تو آپ نے انکو اس تکلیف کے بدلے کچھہ کلمات تعلیم فرمائی۔

ایک اور حدیث (۱۸) مین ذکر ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر اپنے شوہر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن اسماء بنت ابی بکر قالت تزوجنی الزبیر وماله فی الارض من مال ولا مملوک ولا شئی غیر فرسه قالت فکنت اعلف فرسه واکفیه مؤنته وادق النوی لناضحه واعلفه واستقی الماء واخرز غربه واعجن ولم اکن احسن اخبز فکان یخبز لی جارات لی من الانصار وکن نسوة صدق قالت وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعه رسول الله صلی الله علیه وسلم علی راسی وهی علی ثلثی فرسخ- (صحیح مسلم جلد ۲)

گھوڑے کی سائیسی کرتین، گھر کا پانی خود بھرتین، کھجور کی گٹھلیاں دو میل کے فاصلہ سے سر پر اٹھاکر باہر سے لاتین۔ آٹا گوندھتین، روٹی پکانا نہ جانتین اسمین انکو اور ہمسایہ عورتین مدد دیتین۔

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر کا کام کرنا۔ کپڑا دھونا۔ بکری دوہنا وغیرہ وغیرہ (صفحہ ۱۷۱) منقول ہوچکا ہے۔

یہ حقوق وخدمات ایسے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

ان السنة عند طوائف الناس عربهم وعجمهم ان تعاون المرأة فی استیفاء الارتفاقات وان تکفل له تهیئة المطعم والمشرب والملبس وان تحفظ ماله وتحضن ولده وتقوم فی بیته مقامه عند غیبته الی غیر ذلک مما لا حاجة الی شرحه وبیانه- (حجة اللہ ص ۲۱۱)

بلکہ پہلے ازمنہ سے اسوقت تک کے اہل اسلام اور اہل جملہ ادیان کے تعامل سے ثابت ہین۔ سب کا قدیم سے اسوقت تک اسی پر اتفاق چلا آتا ہے۔ کہ مرد محنت و مشقت اٹھاکر بر وبحر کی مصیبتین جھیل کر کما لائے اور عورت اس کمائی کو کھانے پینے کے کام مین لانے کا اہتمام کرے۔ اور اسمین بھی مرد انکو مدد دے۔ پھر جو مفلس یا متواضع ہوتے ہین وہ اپنے ہاتھ سے بھی انکو مدد دیتے ہین۔ (جیسکہ مال سے) اسنے ہانڈی لگائی تو اسنے آٹا گوندھلیا وہ آٹا پیسنے لگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو یہ پانی کا گھڑا بھر لایا۔ اور جو مالدار اور رفعت شعار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ انکو خادم کنیز دیتے ہین۔

اور اسی باہمی تعاون و تناصر پر زوجین کے حسن معاشرت کا مدار ہے۔ اور اگر فریقین صرف اپنی اپنی لازمی فرائض کا التزام کر رکہین۔ وہ اسکو بقدر واجب آٹا دال دیدے اور وہ صرف خاص نوکری کے وقت حاضر ہو جائے اور اپنے کہانے پینے پہننے وغیرہ امور معاشرت کا انتظام جدا جدا کر رکہین۔ وہ اپنا پاؤ بھر آٹا جدا گوہند کر پکائے۔ اور وہ اپنے آدہ پاؤ کی کہچڑی الگ دہر دے تو اس سے جانبین کے حسن معاشرت مین حرج واقع ہوگا اور یکدگی ارتفاق مین فرق آئیگا۔

احادیث و آثار منقولہ بالا سے بھی جملہ حقوق مرد و عورت کے جو ہمنے بیان کیے ہین تفصیل ثابت ہوئی (جیساکہ آیات قرآن سے ثابت ہوئے تھے) اب رہا صرف یہ ایک امر کہ حقوق قسم دوم سے خانگی خدمات عورت کا لازمی فرض نہین ہے اختیاری ہے اسپر دلیل یہ ہے کہ ان خدمات کی لزوم و وجوب پر کوئی دلیل قرآن و حدیث مین پائی نہین جاتی۔ اسی نظر سے

هذا كله من المعروف والمروات التى اطبق الناس عليها وهو ان المرأة تخدم زوجها بهذه الامور المذكورة ونحوها من الخبز والطبخ وغسل الثياب وغير ذلك وكله تبرع من المرأة واحسان منها الى زوجها وحسن معاشرة وفعل معروف معه ولا يجب عليها شئ من

امام نووی نے حدیث مذکور اسماء کی شرح مین فرمایا ہے یہ سبھی کام دستور کے موافق اور بطور مروت ہوتے تہے۔ اسپر تمام لوگ اتفاق رکہتے ہین کہ عورت خاوند کی ان امور مین خدمت کرے۔ روٹی پکائے۔ کپڑے دہوئے ایسے ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذلك بل لو امتنعت من جميع هذا لم
تأثم ويلزمه هو تحصيل هذه الامور
لها ولا يحل له الزامها بشئ من هذا و
انما تفعله المرأة تبرعا وهي عادة جميلة
استمر عليها النساء من الزمن الاول
الى الان وانما الواجب على المرأة شيئان
تمكينها زوجها من نفسها وملازمتها
بيته (شرح صحیح مسلم ص ۲۱۵ جلد ۲)

اور کام کرے۔ مگر یہ سب کچھ بطور
سلوک واحسان وحسن معاشرت
(خوش گذرانی) کے ہے۔ ان امور
سے کوئی امر بھی عورت پر واجب
نہیں ہے۔ عورت اگر ان کاموں سے
انکار کرے تو وہ گناہگار نہیں ہے
بلکہ ان کاموں کا عورت کے لیے بہم پہنچانا
مرد کو لازم ہے* ۔ اور اسکو یہ جائز نہیں
کہ وہ جبراً یہ کام عورت سے کراوے۔ عورتیں جو کچھ کرتی ہیں بطور
احسان کرتی ہیں۔ اور یہ انکی عمدہ عادت ہے جسپر پہلے زمانہ سے اسوقت
تک انکا عمل چلا آتا ہے۔ عورت پر مرد کا واجبی حق صرف یہ ہے۔ کہ وہ خاص نفس
کے لیے اپنے آپ کو خاوند کے سامنے جب وہ چاہے پیش کردے۔ اور اسکے
گھر میں حاضر رہے۔ بلا اجازت غیر حاضر نہ ہو۔

اس تفصیل سے ناظرین ومناظرین کو حکم چہارم کی صحت وثبوت کا یقین
ہوگا۔ اور یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ اسلام نے مرد اور عورتوں کو جملہ امور میں
کہ طلاق کے استحقاق میں مساوی* حق دیا ہے اور مرد کو افسر اور عورت کو
ماتحت قرار دینے میں۔ عورت کا کوئی حق (جو قدرت نے اسکو عطا کیا ہے) تلف
نہیں کیا۔ عورت کی نسبت مرد کا رتبہ افسری ایسا ہی ہے جیسا بیٹی کی نسبت باپ کا
یا رعایا کی نسبت رئیس کا یا نوکر کی نسبت آقا کا جسمیں کوئی قدرتی حق تلفی نہیں سمجھا

* یعنے انکے وسائل بہم پہنچا دینا۔ نہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔
* اس مساوات پر جو مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کو ایک وقت میں متعدد الازدواج
کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور طلاق مرد ہی کے اختیار میں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حق عورت کو
قدرت نے نہیں دیا۔ یہ بات ہمارے بیان سابق سے صاف نکل جاتی ہے۔ دعمہذا اسکی تفصیل
آئندہ ہوگی۔

© rasailojaraid.com